سلسلۂ اشاعت الدار السلفیہ

مصلح امت و مجدد ملت شیخ الاسلام

ان کے سلفی عقائد اور اصلاحی دعوت کا مفصل بیان

تالیف:- علامہ شیخ احمد بن حجر آل بوطامی السلفی

قاضی محکمۂ شرعیہ قطر

تقدیم و تصحیح

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رئیس ادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد

ترجمہ

مختار احمد السلفی الندوی

الدار السلفیہ

حامد بلڈنگ — مومن پورہ — بمبئی ۴۰۰۰۱۱

اسلم مختار نے ماڈرن آرٹ اینڈ انڈسٹریز
اے ٹو زیڈ انڈسٹریل اسٹیٹ پریل بمبئی ۱۳
میں چھپوا کر الدار السلفیہ حامد بلڈنگ مومن پورہ
بمبئی ۴۰۰۰۱۱ سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سیرت شیخ الاسلام محمد بن عبد الوھاب کا یہ تیسرا اردو ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو جو مقبولیت عطا فرمائی ہے وہ دراصل صاحب سیرت کی پرکشش و محبوب شخصیت کا نتیجہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوھاب نجدی کی شخصیت جتنی شعلہ بار قاطع الفجار اور حارق الاشرار تھی اتنی ہی زیادہ اس کو مسخ کرنے اور بدنام کرنے کی بھی کوشش کی گئی لیکن حق کبھی سرنگوں نہیں ہوتا ان کی تحریک نے ان کی زندگی ہی میں اپنا مقام حاصل کر لیا تھا۔

شیخ نے شرک و بدعات کی بیخ کنی میں زبان، قلم اور تلوار تینوں ہی ہتھیار بیک وقت استعمال کئے اور بزم سے رزم تک اور مدرسہ سے میدان جنگ تک ہر جگہ صفحہ اول میں نظر آئے، وہ توحید کے سب سے بڑے داعی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سچے نمونہ تھے۔

ان کی تحریک جو اب "وہابی" تحریک کے نام سے معروف ہے اسلام کی حقیقی

نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنی انکے تجدیدی کارنامے انشاء اللہ رہتی دنیا تک روشنی کا مینار ثابت ہونگے "وہابی" کا لفظ سنتے ہی اب بھی کتنوں کے رنگ بدل جاتے ہیں۔ صرف قبوری اور میلادی ہی نہیں اچھے اچھے خوشحال اور ثقہ قسم کے دیندار لوگ بھی متوحش ہو جاتے ہیں۔

ترکوں اور انگریزوں نے اس کے خلاف اتنا زہر اگلا کہ یہ سفید جھوٹ بہتوں کے نزدیک سچ کیطرح مانا جانے لگا۔ اور اب اس علم اور روشنی کے دور میں بھی بہت سے رواجی قسم کے تقلیدی مسلمان "وہابی" کے لفظ سے بھڑک جاتے ہیں۔

اللہ جزائے خیر دے علامہ ابن حجر کو جنھوں نے اس موضوع پر قلم اُٹھا کر اس جھوٹ کی قلعی کھولدی اور اس تحریک کے بانی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی حق پرست شخصیت اور انکی تجدیدی کوششوں کو اپنے مدلل اور دلنشین انداز میں پیش کیا جس سے تجدید و اصلاح دین کی یہ عالمگیر تحریک اپنے حقیقی خد و خال کے ساتھ نکھر کر ناظرین کے سامنے آجاتی ہے۔

علامہ احمد بن حجر عالم اسلام کی مشہور دینی شخصیت ہیں۔ ان کی بیشتر کتابیں علمی دنیا میں مقبول عام و خاص ہیں۔ انکا علمی تبحر، شخصی وجاہت مسلک سلف کی اشاعت میں انکی زبان و قلم کی ثقاہت ضرب المثل بن گئی ہے۔

اس ایڈیشن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تحقیق مزید اور مفید حواشی کا اضافہ اور پر اثر و باوقار مقدمہ بقیۃ السلف علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رئیس جامعہ

اسلامیہ مدینہ منورہ کے قلم اعجاز رقم کا شاہکار ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ اس عظیم کتاب کو اردو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے مجھے اس تحریک سے قلبی اور روحانی تعلق ہے اس لئے ترجمہ میں جو لذت و سرور حاصل ہوا اس کا اثر ناظرین ضرور کتاب میں محسوس کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف، مترجم اور محققؒ ناظرین کے لئے باعث اجر و سرمایۂ نجات بنائے۔ (آمین)

مختار احمد سلفی ندوی

الدار السلفیہ

حامد بلڈنگ مومن پورہ مولانا آزاد روڈ بمبئی ١١

یکم جون ۱۹۷۸ء

مقدمہ طبع ثانی

از قلم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز، رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

شکر ہے اس اللہ کا جس نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہر زمانے کے وقفہ پر ایسے ائمہ ہدایت کو پیدا کر کے جو لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں اور انھیں سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور اندھوں کو اسی کتاب الٰہی سے بصیرت عطا کرتے ہیں اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے باطل پرستوں کا انتساب اور جاہلوں کی تاویل اور گمراہوں کی تحریف کو دور کرتے ہیں اور ان پر دین کی حقیقت واضح کرتے ہیں اور واضح دلائل سے انکے شبہات کو دور کرتے ہیں۔

اور ان ہدایت یافتہ ائمہ اور دعاۃ و مصلحین میں سے امام العلامہ حبرالفہامہ اور بارہویں صدی کے مجدد اسلام اور سنت خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کے داعی شیخ محمد بن عبدالوہاب ابن سلیمان بن علی التمیمی الحنبلی (طیب اللہ ثراہ واکرم فی الجنت مثواہ) بھی تھے۔

اللہ نے حقیقت اسلام اور سیدنا ولد عدنان صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق و ہدایت کی معرفت کے لئے ان کا سینہ کھول دیا اور یہ بھی ایسے وقت جب اسلام کی غربت مستحکم ہو گئی تھی اور مسلمانوں پر جہالت، بدعات و خرافات اور انبیاء و صالحین

اور درختوں اور پتھروں کی عبادت غالب آگئی تھی اور بہت کم ایسے رہ گئے تھے جو حق کی آواز بلند کرتے اور لوگوں پر اس توحید کی حقیقت واضح کرتے جس کو دیکر اللہ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں اتاریں اور ان کو شرک کے تمام اقسام سے منع کرتے جو دین اسلام کے منافی ہیں۔

ان حالات میں بارہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں حضرت امام اپنے قلم و زبان سے دعوت الی اللہ کا پیغام لے کر اٹھے اور لوگوں پر اس دین کی حقیقت واضح کردی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ان جہالتوں کو بھی بتایا جنھیں ان جہلاء اور گمراہوں نے اسلام کے ساتھ چپکادی تھیں حالانکہ اسلام شرک و بدعات و خرافات سے بری ہے اور شیخ اس دعوت کی راہ میں جہلاء اور مدعیان علم اور ان علماء سوء کے ہاتھوں سخت اذیت سے دوچار کئے گئے جنھوں نے دنیا کے ادنیٰ فائدے کو آخرت کے اعلیٰ فائدے پر ترجیح دی اور آخرت کے عوض حیات دنیا کو خریدا۔

فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ — نہ اُن کی تجارت ہی نے ان کو نفع دیا

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ — اور نہ ہی وہ ہدایت یاب ہوئے۔

اور ان امراء سے بھی اذیت اٹھائی جن کا مقصد صرف اپنے عہدوں کا باقی رکھنا اور اپنی دنیاوی اغراض کا حصول ہے۔

شیخ نے اس پر صبر کیا اور کتاب و سنت کے دلائل اور سلف امت کے حالات

کی تشریح کے ساتھ اپنی دعوت وبیان اور حق کی وضاحت میں مسلسل لگے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کرلی جن کے لئے سعادت نے سبقت کی اور ان لوگوں نے دعوت کی اشاعت اپنی پوری قوت واستطاعت سے کی۔ اور ان میں سب سے آگے جنھوں نے کہ آپ کی دعوت کی مدد اپنے قلم، زبان، تلوار وسنان اور اولاد وقبیلے سے کی اور ان سب لوگوں سے بھی آگے جو آپ کی اطاعت میں داخل ہوئے تھے وہ امام ہمام محمد بن سعود، حکمراں سعودی خاندان کے جد اعلیٰ تھے (اللہ ان کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور ان کو اپنی وسیع جنت میں آباد کرے اور ان سب لوگوں کو بھی جنھوں نے شیخ کی دعوت کی مدد تائید اور اس پر استقامت میں حصہ لیا۔

امام محمد اس مہم میں پوری طرح کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کیخلاف جہاد کا اعلان کردیا جو دعوت کی راہ میں حائل ہوئے۔ جن کا سینہ دعوت کے لئے کھلا نہیں اسلئے انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ اسکے خلاف جنگ کیا اور لوگوں کو روکا۔ اللہ نے امام محمد اور ان کے اتباع کی مدد فرمائی اور ان کے ہاتھ پر اسلامی دعوت کو غلبہ عطا کیا اس طرح کہ دعوت خرافیوں کے شبہات اور گمراہوں کی بدعات سے صاف دستھری ہوگئی شیخ مسلسل دعوت الی اللہ اور طلبہ کو علوم شرعیہ کی تدریس میں لگے رہے اور ان شبہات کو دور کرتے رہے جنھیں قبر پرست ملحدین وکفار پھیلاتے تھے۔ نیز شیخ جہاد کے تمام اقسام پر لوگوں کو ابھارتے رہے اور اس میں خود بھی

اور اپنی اولاد کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ ساتھ ہی عقیدہ صحیحہ کے بیان اور اس کے مخالف عقیدہ کی تردید میں دلائل و براہین کے ساتھ مفید کتابیں اور رسائل بھی تالیف فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہوگیا اور رحمن کی جماعت فتحیاب اور شیطان کی جماعت ذلیل وخوار ہوگئی۔ اور عقیدہ سلفیہ جزیرۂ عرب اور آس پاس میں فتحیاب ہوگیا۔ اور داعیان حق کی بہتات ہوگئی اور شرک و بدعات وخرافات کے علم سرنگوں ہوگئے اور جہاد کا بازار گرم ہوگیا۔ مساجد نمازوں اور صاف ستھرے اسلامی اسباق سے آباد ہوگئیں۔

ان عظیم نعمتوں اور شاندار عطیۂ الٰہی پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس وقت عطا کیا جب بدعات کا ظہور اور جہالت کا غلبہ اور اسلامی نشانات کے مٹنے اور دنیا کے اکثر حصوں میں شرک کا ظہور تھا۔

اللہ تعالیٰ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور امام محمد بن سعود اور ان کے اتباع و انصار کو بہترین جزائے خیر اور ثواب عظیم عطا فرمائے وہی اسکا مالک اور اُس پر قادر ہے۔

شیخ کی دعوت اُن کے جہاد اور آل سعود کے جہاد کے بارے میں بہت سے لوگوں نے لکھا ہے جن میں شیخ علامہ مؤرخ ابوبکر حسین غنام، اور شیخ علامہ عثمان بن عبداللہ بن بشر اور ہمارے زمانے میں شیخ العلامہ احمد بن حجر بن محمد آل بوطامی بھی ہیں جو محکمۂ شرعیہ قطر کے موجودہ قاضی ہیں۔ موصوف نے ایک مختصر مفید کتاب لکھی جسکا عنوان ہے ،، شیخ محمد بن عبدالوہاب ان کا سلفی عقیدہ اور اصلاحی دعوت اور اُنکے

متعلق علماء کی تعریف "نہایت عمدہ اور مفید کتاب لکھی جس میں انھوں نے شیخ کی دعوت ان کا عقیدہ اور ان کے جہاد کا ذکر جدید و مفید کتاب کے ساتھ مرتب کیا اور اس میں اپنے معاصرین اور دوسرے مسلم و غیر مسلم علماء و مفکرین کی وہ رائیں نقل کیں جسے انھوں نے آپ کی دعوت کے متعلق لکھا اور اس کی تعریف کی علامہ موصوف نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں ان کی کتاب پڑھوں اور جو کچھ اس میں طباعت کی غلطیاں ہوں اُن کی تصحیح کر دوں اور مناسب حواشی کا اس پر اضافہ کر دوں۔ میں نے محض حق کی دعوت اور اس کی اشاعت میں حصہ لینے کی نیت سے ان کی دعوت قبول کی اور ان کی کتاب خوب غور و فکر و استفادہ کے خیال سے پڑھی اور جو طباعت کی غلطیاں پائیں ان کی اصلاح کر دی اور تھوڑے تھوڑے ایسے مفید حواشی کا اضافہ کیا جن کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ کتاب کے قارئین کے لئے مزید فائدہ کا باعث ہوں گے۔

اور مصنف نے (اللہ اُن کو جزائے خیر دے) موجودہ ایڈیشن میں بعض مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے حواشی کے آخر میں اپنے نام کا اضافہ کر دوں تاکہ میرے حواشی الگ ہو جائیں اور بقیہ حواشی مُولف کے معلوم ہوں نیز مُولف نے (اللہ ان کو مزید توفیق دے) پہلے ایڈیشن کے نقول کے علاوہ موجودہ ایڈیشن میں دوسرے نقول حوالوں کا اضافہ کیا ہے جو اس کتاب کے نمبرات میں ۳۲ سے شروع ہو کر نمبر ۴۲ پر ختم ہوتے ہیں میں نے ان کو بھی پڑھا اور انھیں اس کتاب کے لئے بہترین و مفید اضافہ پایا۔

اس لئے میری دعاہے کہ اللہ اس عظیم کتاب سے اس کے تمام پڑھنے والوں کو نفع پہونچائے اور مؤلف کو مزید در مزید اجر عطا فرمائے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب اور حق کی راہ میں اُن کے متبعین اور معاونین اور امام داعیان ہدایت کی مغفرت فرمائے اور انھیں اپنی رضا میں ڈھانپ لے اور رحم سے اور ان سے اور تمام مسلمانوں سے لطف وعفو کا معاملہ فرمائے اور مسلمانوں میں ہدایت کے داعیوں اور حق کے مددگاروں کی تعداد بڑھائے اور سب کو ہدایت پر متحد کردے اور ان کے قائدین کی اصلاح فرمائے۔ انہ سمیع قریب وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

مقدمۂ مؤلف

سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور درود وسلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے سب آل واصحاب اور تمام ائمہ دین رہنمایان مخلصین اور داعیان مصلحین پر۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب جس نحوست شرک وکفر اور ذلت وفقر اور زوال واختلاف وانتشار کا شکار تھے وہ کسی سے مخفی نہیں، اُن کے اندر نہ کوئی آسمانی شریعت تھی جس کی طرف وہ رُخ کرتے اور جس کے طریقے پر وہ چلتے، نہ ہی کوئی ایسا حاکم تھا جو ان کو متحد کرتا اور ان کے درمیان انصاف قائم کرتا۔

لیکن جب اللہ نے انھیں ذلت وناشکری کی پستی سے نکال کر ان کے لئے خیر د سعادت کا ارادہ فرمایا تو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے انھیں خالق علیم کی وحدانیت اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی لوگ اللہ کے دین میں انفرادی اور اجتماعی طور پر داخل ہونے لگے، اور اس دین حنیف کو محبت واخلاق کے ساتھ گلے لگایا اور اس کی سیدھی راہ پر چلنے لگے، جس کے نتیجے میں ان کا شیرازہ متحد ہوگیا، ان کی شوکت اور بڑھ گئی، ان کی سلطنت مضبوط ہوگئی، انھوں نے

بیشتر علاقے فتح کر ڈالے، اللہ کی راہ کو انسانوں کیلئے روشن کر دیا اور سیدھی راہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی، قومیں ان کی مطیع ہو گئیں، لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے اور یورپ کی سرحدوں سے چین تک اُن کے جھنڈے لہرانے لگے انکی حکمرانی میں قوت و زور پیدا ہو گیا اور اللہ نے کافر ملوک و سلاطین کو ان کے سامنے سرنگوں کر دیا اور یہ ساری کامیابیاں انھیں کتاب اللہ المجید اور سنت مطہرہ کی اتباع اور اخلاق عظیمہ اور صفاتِ کریمہ کو اختیار کرنے ہی کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ان بہترین صدیوں کے گذر جانے کے بعد بدعات و خرافات بڑھ گئیں، اور مشاہد و قبور کی تعظیم اور غیر اللہ کی عبادت اور سنت مطہرہ پر رائے و قیاس کی تقدیم اور کتاب و سنت پر عمل کے بجائے شخصی تقلید اور تاویل کے ذریعہ اسماء و صفات کی تعطیل، بدعات کا رواج اور ان کی مختلف شکلوں کی تحسین کی صورت میں قدیم بت پرستی ان کے اندر پھر عود کر آئی۔

اسلام میں عجمیوں کے داخلے کی بنا پر یہ بدعات امت اسلامیہ کے اکثر طبقوں میں سرایت کر گئیں۔ بعض نے تو نفاق و مکر کی بنا پر جان بوجھ کر ان کو ایجاد کیا اور بعض نے اپنی جہالت اور اصول دین کی فہم نہ ہونے کی بنا پر حسن ظن کیساتھ ان کو بڑھاوا دیا، اور اکثریت نے ان کے مقابلے میں محض اس لئے سکوت اختیار کیا تھا کیا تو وہ حقائق سے نابلد تھے یا پھر وہ رؤساء و عوام کے ساتھ مداہنت کرتے تھے۔

انھیں اسباب کی بنا پر بُت پرستی اور بدعات کا طوفان ہر طرف پھیل گیا

جس میں اکثریت غرق ہوگئی پھر بھی اللہ کا شکر ہے کہ جن صدیوں میں بدعات اور شرکِ قبیح کا رواج عام تھا وہ صدیاں بھی علمائے ربانیین و داعیانِ مصلحین کے وجود سے خالی نہیں رہیں۔ وہ اپنی دعوت و تعلیم اور بہترین پیشوائی کے ذریعہ دین کی تجدید میں لگے رہے۔ جو دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے انتساب جھوٹے پروپیگنڈے اور جہلاء کی تاویلات سے دین کو پاک و صاف کرتے رہے، ساتھ ہی شبہات کی تردید اور ملحدین کی ہلاکت اور سید المرسلین کی شریعت کی تائید میں بھی جد وجہد کرتے رہے۔

اور یہ ابوداؤد کی اس حدیث کے عین مطابق تھا جس میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سرے پر ایسے بندوں کو مبعوث فرماتا رہے گا جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کیا کریں گے[1]

توحید ربانی کے داعی، مشہور مصلح، شیخ کبیر محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی بھی انھیں عادل مجددین، مصلحین و مخلصین میں سے تھے جو اس مہم کے لئے کھڑے ہوگئے کہ توحید

---

[1] اس حدیث کی اسناد جید ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور حاکم، حافظ عراقی، علامہ سخاوی اور دوسروں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، حافظ ابن کثیر نے نہایہ میں اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سب ہی لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کے مصداق انکے امام ہیں لیکن بظاہر (واللہ اعلم)، یہ حدیث ہر نوع کے حاملین علم کیلئے عام ہے مفسرین، محدثین، فقہاء اہل لغت وغیرہ سبکے لئے عام ہے۔ (عبدالعزیز بن باز)

کو آلائشات سے پاک کریں اور عبادت صرف اللہ واحد کے لئے اسی طرح خالص کریں جیسے اللہ نے اپنی کتاب میں اسے مشروع کیا ہے اور اپنے رسول خاتم النبیین کی زبانِ مبارک سے اعلان کر دیا ہے اور بدعات ومعاصی اور اولیاء وصالحین اور درختوں اور غاروں کی پوجا کی تردید کریں اور اسلام کے متروکہ قوانین کو قائم کرنے اور اس کی برباد شدہ حرمت کی تعظیم کا حکم دیں۔

اور اوّل یوم سے لیکر آج تک لوگ شیخ کے بارے میں دو طرح کے خیالات رکھتے ہیں۔ کچھ تو آپ کے مداح ومعترف ہیں اور کچھ کا خیال یہ ہے کہ آپ حق پر نہیں تھے اور آپ کی دعوت کتاب وسنت اور ائمہ اربعہؒ کے مذاہب کے خلاف ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ ترکوں اور شریفیوں نے اپنے سیاسی اغراض کے تحت پہلے ہی سے شیخ کی دعوت کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کر رکھا تھا جو پورے عالمِ اسلام[۱] میں پوری طرح پھیل چکا تھا اور اس سے مسلمانوں کی اکثریت متاثر ہو چکی تھی، اسی طرح ان کتابوں نے بھی بڑا اثر ڈالا جو بعض مدعیان علم نے شیخ کی دعوت کے رد میں لکھی تھیں عوام شیخ کی دعوت کی حقیقت سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ انھوں نے نہ آپ کی کتابیں پڑھی تھیں نہ آپ کے صاحبزادگان کی جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ علم اور کتابوں کی اشاعت کی جیسی سہولت آج ہے ویسی اس وقت نہ تھی۔

بس انھوں نے عوام کی زبانی یہ سب باتیں سن رکھی تھیں، کتابیں بھی بغیر دلیل

---

[۱] آئندہ یہ بحث کتاب میں مفصل آرہی ہے۔

ثبوت ہی کے لکھی تھیں۔ اس طرح ان کا پروپیگنڈہ عوام میں پھیل گیا اور لوگوں نے انکو صحیح سمجھ لیا، اسی طرح جو کتابیں شیخ کی دعوت کے رد میں لکھی گئی تھیں عوام نے انکو بھی سچ سمجھ لیا۔ ان نام نہاد علماء کو چاہئے تھا کہ کسی بھی شخص یا مذہب یا جماعت کی بابت کہی گئی کوئی بات اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک منسوب الیہ کے متعلق اس بات کی تحقیق خود اس سے یا اس کی کتاب کے ذریعہ نہ کر لیتے اور یہ بھی تحقیق کر لیتے کہ اس کتاب کی نسبت اس شخص کی طرف صحیح ہے بھی یا نہیں؟

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ماضی میں ترکوں اور شریفیوں کے پروپیگنڈے نے کافی شہرت و رواج پا لیا تھا لیکن عصر حاضر میں ان غلط پروپیگنڈوں کا زور ٹوٹ چکا ہے اور اکثر علاقوں میں سمجھ دار لوگوں نے شیخ کی دعوت کی صحت و حقیقت جان لی ہے کیونکہ اب علم و دانش خوب پھیل چکا ہے، دوسری بڑی وجہ خود مملکت سعودیہ عربیہ ہے جو توحید کی اشاعت شرع مبین کے نفاذ اور شعائر اسلام و حدود شرعیہ کے قیام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نیز امن و انصاف کی اشاعت، سنت صحیحہ اور قرآن کے ساتھ تمسک، ارباب بدعات کے خلاف جنگ، علم و تعلیم کے اہتمام اور پوری حدود سلطنت میں مدارس اسکول اور کالجوں کا پھیلاؤ اور مختلف ممالک سے آنے والے طلبہ کیلئے علوم و فنون کی ممکن سہولتوں کا انتظام نیز مذہب و وطن کے قید سے بالاتر ہو کر مملکت میں آنیوالے تمام لوگوں کے ساتھ سخاوت و دریا دلی کا برتاؤ وغیرہ امور میں اسے خصوصی امتیاز و شہرت حاصل ہے لیکن ان سہولتوں کے باوجود بھی جن کا ذکر ابھی ہم نے کیا ابتک کچھ نام نہاد علماء

اس زعم میں مبتلا ہیں کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب حق پر نہیں تھے اور وہابی جماعت اب بھی مسلمانوں کو کافر سمجھتی ہے اور اس کے نزدیک انبیاء کا کوئی مقام ہے نہ احترام نہ ہی ان کی شفاعت برحق ہے اور یہ جماعت اولیاء صالحین کا احترام بھی نہیں کرتی نہ ہی قبر نبوی کی زیارت کو جائز سمجھتی ہے، اسی طرح کی اور بہت ساری بے بنیاد باتیں ہیں جو گزشتہ دور کے جہلاء کی طرف سے سُنی سنائی اور کچھ بد عقیدہ لوگوں کی کتابوں کے ذریعہ موجود پائی جا رہی ہیں۔

کتاب لکھنے کی وجہ۔۔۔۔۔ انھیں سب وجوہات کی بنا پر میں نے مناسب سمجھا کہ شیخ مجدد کی سیرت پر ایک اوسط درجہ کی کتاب لکھوں اور ایمان واسلام اور ان کے صحیح عقیدہ اور اصلاح دعوت کے جو نشانات مٹ گئے تھے ان کو واضح کروں۔

چنانچہ میں نے اس کتاب میں انھیں باتوں کو لکھا ہے جنھیں نجد کے مورخین مثلاً ابن غنام ابن آلوسی، ریحانی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں شیخ اور ان کی دعوت کے متعلق لکھا ہے" ساتھ ہی میں نے امام الدعوۃ کے لڑکوں اور پوتوں کے بعض رسائل کو بھی پیش نظر رکھا اور آخر میں میں نے علماء راسخین اور بعض مسلم و یوروپین محقق مورخین کے ان تاثرات کو بھی نقل کر دیا ہے جو اس امام جلیل کی دعوت کے متعلق ظاہر کئے گئے تھے جس نے اپنے اور بعد کے دور کو اپنے علوم وخیالات اور کتاب وسنت کی پابند اصلاح ودعوت سے معمور کر دیا اور جس کے علوم ودعوت کا چرچا نجد اور نجد سے باہر پھیلا اور جس نے اپنے قلب کی قوت، زبان کی فصاحت اور دلائل کی صفائی سے اچھی طرح مقابلہ کیا، اگرچہ

میں اپنے قصورِ علم اور وسعت اطلاع کی کمی کی بنا پر اس کا اہل نہیں تھا، لیکن پھر بھی
میں اللہ سے مدد کا طالب ہوا اُس کی جناب میں آہ و زاری کی کہ مولا تو اِس مقصد میں میری
مدد فرما تاکہ اس کتاب کو پڑھنے اور اس کے مضمون پر غور کرنیوالے حضرات کو شیخ کی دعوت
اور ان کے سلفی عقیدہ کی حقیقت معلوم ہو جائے اور وہ جان لیں کہ شیخ علم، ورع، دینی
غیرت بندگان خدا کی خیر خواہی اور راہِ خدا میں جہاد جیسے بہتر اوصاف کے مالک تھے
مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو ختم کرنے سے قبل ہی وہ تمام پردے تار تار ہو جائیں گے
جو اصحاب غرض و ہوی نے شیخ کی دعوت کے ارد گرد تان رکھا ہے اور ناظرین کو معلوم
ہو جائے گا کہ شیخ اور ان کے متبعین کی دعوت کے خلاف جو کچھ بھی وہ ان جہلا کی زبانی
سُن رہے تھے وہ سب بالکل غلط اور بے بنیاد تھے، اور پتہ چل جائے گا کہ جو کتابیں
ان مدعیان علم نے بزعم خود شیخ کے رد میں لکھی تھیں، ان کا علم و نقد کی میزان میں کوئی
وزن نہیں ہے اس لئے کہ نہ اس میں کوئی صحیح نقلی دلیل ہے نہ عقلی برہان بلکہ سب کی
سب شیخ پر من گھڑت افترا ہے اور لچر قصے اور موضوع و ضعیف حدیثیں اور بس۔

اور اب میں اللہ ملک المعبود کی مدد سے اپنے مقصد کو شروع کر رہا ہوں توفیق
اللہ ہی کے پاس ہے اور اسی کے ہاتھ عنان تحقیق ہے۔

مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی حالات

نام :- شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پورا نام "محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد تمیمی ہے۔

ولادت :- آپ سنہ ۱۱۱۵ھ مطابق سنہ ۱۷۰۳ء میں شہر عینیہ میں پیدا ہوئے۔ "عینیہ" مملکت سعودی عربیہ کے موجودہ دارالسلطنت "ریاض" کے شمال میں واقع ہے۔

شیخ نے اپنے والد ہی کے زیر تربیت اپنے پیدائشی شہر میں نشو ونما پائی۔ یہ زمانہ عبداللہ بن محمد بن احمد بن معمر کی حکومت کا تھا۔

مزاج :- آپ ذہنی وجسمانی دونوں ہی اعتبار سے خوب چست وچالاک تھے۔ دس سال کی عمر سے قبل ہی قرآن مجید حفظ کر ڈالا اور بارہ سال سے قبل ہی بلوغت کو پہنچ گئے۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ آپ اس عمر میں نماز باجماعت کی امامت کے پوری طرح اہل ہو چکے تھے لہٰذا میں نے اسی سال ان کی شادی کر دی۔

تعلیم آپ نے اپنے والد محترم سے تفسیر وحدیث اور فقہ حنبلی کی تعلیم حاصل

کی۔ آپ بچپن ہی سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا کرتے تھے۔

علمی سفر:۔ شیخ نے پہلے حج بیت اللہ کے ارادے سے سفر حج شروع کیا۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور مسجد نبوی اور دوسری مسنون زیارتوں سے فراغت حاصل کی۔

مدینہ منوّرہ کے شیوخ

اس وقت مدینہ منورہ میں علمار عاملین میں سب سے ممتاز شیخ عبداللہ بن سیف نجدی تھے۔ جو آل سیف کے مشہور و ممتاز فرد اور علمار مدینہ کے سربراہ تھے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے ان سے زیادہ سے زیادہ تحصیل علم کیا شیخ عبداللہ ابن ابراہیم بن سیف بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور آپ پر خاص طور سے شفقت کرتے تھے۔ اور اُن کی تربیت میں بڑی محنت کی۔ استاذ و شاگرد کے درمیان یہی رشتۂ محبت واخلاص دائمی ربط اور مستحکم تعلقات کی بنیاد ثابت ہوا۔

دینی افکار اور عقیدۂ توحید میں موافقت اور اہل نجد کے باطل عقائد اور بدترین اعمال کے خلاف بیزاری میں دونوں ایک دوسرے سے متحد اور ہم خیال ہوگئے۔ شیخ نے اپنے استاد کی صحبت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ان کے استاد نے انھیں مشہور حدیث "الراحمون یرحمھم الرحمٰن" کو دو طریقوں سے روایت کی اجازت دی۔ اول ابن مفلح عن شیخ الاسلام احمد

ابن تیمیہ الیٰ احمد بن حنبل اور دوسرے عبدالرحمٰن بن رجب عن ابن قیم عن احمد
ابن تیمیہ الیٰ احمد بن حنبل، اسی طرح ان کے شیخ نے، شیخ عبدالباقی حنبلی جو اپنے
وقت کے شیخ العلماء تھے ان کی جملہ مرویات قراءۃً علماء تعلیماً سب کی روایت
کی اجازت دی، مثلاً صحیح بخاری کی امام بخاری کے سلسلے تک اور صحیح مسلم کی
اور صحیحین کی شروح سنن ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی کی مؤلفات
نیز ان سب کے مولفین تک سند متصل سے روایت کرنے کی اجازت دی۔
نیز مسند امام شافعی، موطا امام مالک، مسند امام احمد اور اُن کے علاوہ شیخ
عبدالباقی سے ثابت شدہ مسانید کی روایت کی اجازت دی۔

شیخ محمد حیات سندھی سے ملاقات:۔

شیخ عبداللہ ابن ابراہیم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تعارف شیخ
محمد حیات محدث سندھی سے کرایا۔ اور انھیں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے
صحیح عقائد اور نجد میں پھیلی ہوئی شرک و بدعات کے خلاف اُن کے بھڑکتے
ہوئے جذبات سے باخبر کیا اور کہا کہ یہ نجد سے صرف اس لئے آئے ہیں
تاکہ علم دین کے ہتھیار سے مسلح ہوکر اپنے علاقہ میں دعوت الی اللہ اور جہاد
فی سبیل اللہ کا علم بلند کریں۔

دیگر اساتذہ

ان کے علاوہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے حسب ذیل علماء سے بھی استفادہ کیا۔

شیخ علی آفندی، داغستانی، شیخ اسماعیل عجلونی، شیخ عبداللطیف، عفالقی، احسائی، شیخ محمد عفالقی، احسائی۔

علامہ داغستانی اور علامہ احسائی نے بھی ان کو شیخ عبداللہ ابراہیم کیطرح ابوالمواہب کی مرویات کی روایت کی اجازت دی۔

بصرہ میں آپ کے شیوخ شیخ نے مزید علم کے حصول کے شوق میں حجاز سے نجد اور وہاں سے بصرہ اور شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ اور بصرہ میں ایک مدت تک قیام فرماکر وہاں اہل علم کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا جن میں شیخ محمد المجموعی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات سے انھوں نے نحو لغت اور حدیث کا وافر علم حاصل کیا۔ ساتھ ہی ساتھ مفید اصلاحی موضوعات پر بڑے قیمتی اور نادر رسالے اور کتابیں بھی لکھتے رہے جن میں بدعات وخرافات کا رد اور اہل قبور سے تضرع وحاجات اور بوسیدہ ہڈیوں سے استمداد کی تردید ٹھوس اور قطعی دلائل سے مقدور بھر کرتے رہے۔

مخالفت جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین آپ کی تکذیب اور ایذارسانی کے درپے ہوگئے آپ کو عین دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں شہر سے نکال دیا اور ساتھ ہی آپ کے شیخ محمد المجموعی کو بھی اذیتیں پہنچائیں۔

زبیر کا قصہ مجبور ہوکر شیخ نے زبیر چلے جانے کا ارادہ کیا۔ سخت چلچلاتی

دھوپ تھی اس میں آپ پیدل چل رہے تھے۔ پیاس کی شدّت سے جان نکل رہی تھی لیکن عین وقت پر اللہ نے اہل زبیر میں سے ایک شخص کو جس کا نام شیخ ابو حمیدان تھا آپ کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ اس نے آپ کو صاحب علم دیکھ کر اپنی سواری پر سوار کر دیا اور زبیر پہنچا دیا۔

شام کا سفر زبیر سے آپ علم و ثقافت کی پیاس بجھانے کے لئے شام تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ کے پاس زادِ سفر ختم ہو گیا۔ اس لئے مجبوراً پہلے احساء واپس آئے اور وہاں شیخ عبداللہ بن عبداللطیف الشافعی کے یہاں مہمان ہوئے اور اُن سے جتنا بھی ہو سکا علمی استفادہ کیا۔

نجد کی واپسی احساء سے آپ نجد کے ایک دیہات حریملاء چلے گئے۔ یہاں اپنے والد شیخ عبدالوہاب کے پاس جاکر ٹھیر گئے۔ شیخ اپنے طویل علمی سفر سے نجد واپس آکر اپنے والد کے ساتھ مستقل رہنے لگے اور تفسیر و حدیث کے مطالعہ میں لگ گئے۔

زیادہ تر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم جوزیہ کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے تھے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ میں علمی نور اور دینی بصیرت پیدا ہوئی۔ عزیمت کی روح آپ کے اندر سرایت کر گئی۔

شیخ اپنے وطن نجد میں جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں گمراہ عقائد اور فاسد عادات کا رواج عام پایا جس سے وہ تلملا اُٹھے اور پوری قوت کے

ساتھ دعوت الی اللہ کے لئے کھڑے ہوئے۔

شیخ کی دعوت سے قبل نجد کی دینی وسیاسی حالت

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شیخ نے بصرہ زبیر اور بعض روایات کے مطابق ایران کا سفر محض اسلئے کیا تھا کہ اپنی علمی پیاس بجھائیں اور دین کا علم حاصل کریں ساتھ ہی ان علاقوں کے دینی عقائد کا گہرا مطالعہ کریں چنانچہ آپ نے اپنے سفر میں خاص اپنے وطن نجد میں منکرات اور شرکیہ اعمال اور انسانیت سوز عادات کا مطالعہ کیا۔

آپ نے طالب علمی کے عہد ہی سے اپنے ملنے جلنے والوں کو توحید کی دعوت دینی شروع کردی تھی۔ اور نام نہاد مدعیان علم کی گمراہیوں کا پردہ فاش کرنے لگ گئے تھے۔ آپ جب مدینہ منورہ میں تھے اور وہاں لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرتے سنتے تو غصہ سے بے قابو ہوجایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے استاد شیخ محمد حیات سندھی سے پوچھا۔ شیخ! آپ یہ شرکیہ دعا مانگنے والوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ان کے اعمال باطل اور ان کی کرتوت سے ہم سب بری و بیزار ہیں۔

آپ نے نجد اور تمام علاقوں کے لوگوں کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ نجد کی حالت سب سے بدتر تھی۔ آپ نے جو کچھ بھی دیکھا اس کی بابت مورخین

جیسے ابن بشر ابن غنّام اور معاصرین میں سے حافظ وہبہ وغیرہ کا بیان ہے کہ نجد خرافات اور فاسد عقائد اور دین کے مخالف امور کا سب سے بڑا مرکز تھا جہاں کچھ قبریں بعض صحابہؓ کی طرف منسوب تھیں، لوگ جوق در جوق وہاں جاتے اور ان قبروں سے اپنی حاجات طلب کرتے اور اپنے مصائب کو دور کرنے کے لئے استغاثہ کرتے۔

اسی طرح جبیلہ میں زید بن خطابؓ کی قبر پر جا کر لوگ آہ و زاری کرتے اور اپنی مرادیں مانگتے اسی طرح درعیہ میں بھی بعض صحابہؓ کی قبروں کا چرچا تھا اور سب سے زیادہ عجیب بات شہر منفوحہ میں دیکھنے میں آئی کہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جو عورتیں نر کھجور کی زیارت کرتی ہیں اُن کی شادی جلد ہو جاتی ہے اور جو عورتیں اُن کا طواف کرتیں وہ کہتیں کہ" اے نروں کے نر سال گذرنے سے پہلے ہی اپنا شوہر چاہتی ہوں۔

درعیہ میں ایک غار تھا جہاں لوگ کثرت سے جاتے تھے۔ وہاں کے متعلق مشہور تھا کہ کسی شہزادی نے کسی ظالم کے ظلم سے تنگ آ کر بھاگ کر پناہ لی تھی۔ اسی طرح غبیرا کی گھاٹی میں ضرار بن ازور کی قبر پر آ کر لوگ ناقابل تصور شرکیہ حرکات کرتے تھے۔

حجاز میں لوگ صحابہ کرام اور آل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ وہ سب کام کرتے تھے جو صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے لائق

وزیبا ہیں۔

اسی طرح بصرہ، زبیر، عراق و شام اور مصر و یمن میں بھی عقل سوز جاہلیت اور بت پرستی کا رواج عام تھا۔ عدن اور یمن کے بارے میں بھی ایسی ہی بیشمار خرافات کا ذکر لوگوں کی زبانی سُنا تھا۔

شیخ نے ان تمام منکرات کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و سیرت صحابہ کے ترازو پر تولا اور عوام کو دین کی صحیح راہ اور اس کی روح سے بہت دور پایا آپ نے محسوس کیا کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ نے اپنے پیغمبروں کو کیوں مبعوث فرمایا۔ اور نہ ہی لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ جاہلیت اور اس دور کی بُت پرستی کیا تھی۔ چند لوگوں کے سوا باقی عام لوگوں نے دین اور اس کی تمام اصل و فرع کو بالکل ہی بدل ڈالا تھا۔ شیخ کی دعوت سے قبل لوگوں کی دینی حالت کا یہ اجمالی نقشہ تھا۔

نجد کی سیاسی حالت

کتاب جزیرۃ العرب فی القرن العشرین کی روایت کے مطابق اسوقت نجد کی سیاسی حالت ایسی تھی کہ نہ وہاں کوئی قانون تھا نہ شریعت بس امرائے سلطنت اور حکام کے فیصلے ہی سب کچھ تھے۔ نجد متعدد صوبوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر صوبہ میں ایک امیر حکومت کرتا تھا لیکن ان صوبوں کے امراء کا نہ ایکدوسرے سے کوئی تعلق تھا نہ باہمی ربط۔ ان میں قابل ذکر امیر الاحساء میں بنو خالد تھے اور

عینیہ میں آل معمر تھے اور حجاز میں شریفی تھے باقی امرا معمولی قسم کے نا قابل ذکر تھے۔ یہ تمام قبائل ہمیشہ آپس میں لڑا کرتے تھے۔ خصوصًا بدویوں سے ان کی لڑائی بہت رہا کرتی تھی۔ ہر امیر اس تاک میں رہتا کہ اس کا پڑوسی اگر کسی وجہ سے ذرا بھی کمزور پڑ جائے تو یہ اس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیتا تھا۔

شیخ کی دینی تحریک کی ابتداء

شیخ نے جب عوام کی دینی و دنیاوی بدحالی کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیا اور یہ دیکھ کر کہ نجد و حجاز کے علماء عام طور پر بدعات کے قائل ہیں اور ان چند علماء کے سوا جو ان منکرات کے خلاف زبان کھولنے کی جرات نہیں رکھتے باقی نے ان سب باتوں کو اسلام میں داخل کر لیا ہے جن سے قرآن و سنت انکار کرتے ہیں ایسے جاہل عوام کی گمراہیوں اور بدعات کی طرف اُن کے رجحان عام کو دیکھکر شیخ کا عقیدہ اور پختہ ہو گیا کیونکہ انھوں نے ان احادیث کا مطالعہ کیا تھا جنمیں مسلمانوں کے اندر ایسی خرافات اور گمراہیوں کے پھیلنے کی پیش گوئی کی گئی تھی کہ مسلمان بھی انھیں راہوں پر چلیں گے جن پر اُن سے قبل والے تھے۔ جیسے یہ حدیث کہ " قیامت سے پہلے امت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کچھ جماعتیں کھلم کھلا بت پرستی کریں گی " اور یہ کہ اسلام اجنبیت کی حالت میں اُبھرا اور اسکی آخری حالت پہلے جیسی ہو جائے گی وغیرہ

ان حالات کی روشنی میں شیخ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اپنی قوم کی ضلالت

کے خلاف دو ٹوک آواز بلند کریں اور قوم کی گمراہی پر واضح لفظوں میں تنبیہہ فرما دیں۔

بعض مقالہ نگاروں نے بجا لکھا ہے کہ درحقیقت شیخ کا موقف بڑا نازک اور دقیق تھا جو مستقل شجاعت اور ایسے ایمان کا محتاج تھا۔ جو رضائے الٰہی اور حق کے ساتھ راضی رہنے اور مظلوم انسانیت کی نجات کی راہ میں کود پڑنے کی پرواہ نہ کرے ساتھ ہی اسے ضرورت ہے زبان کی طاقت کے وافر سرمایہ کی اور صحیح دلائل کی۔ تاکہ تمام شبہات اور اعتراضات کا مقابلہ کیا جا سکے۔ نیز ایسے معاونین کی بھی جو ان کے پشت پناہ اور ان کی دعوت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں۔

دعوت کا آغاز

شیخ نے حریملا سے اپنی قوم کی دعوت شروع کی، آپ نے فرمایا اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے نہ اس کے سوا کسی کی نذر مانی جائے اور نہ قبروں پتھروں سے استغاثہ کیا جائے نہ ان پر منتیں چڑھائی جائیں۔ نہ اُن سے نفع و نقصان کا عقیدہ رکھا جائے کیونکہ یہ سب کھلی گمراہی جھوٹ اور سراسر باطل ہیں اور یہ اعمال انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ ان سب خرافات کو بالکل ترک کر دینا ضروری ہے۔ شیخ کے ان مواعظ سے ان کے اور عوام کے درمیان اختلافات شروع ہو گئے خود ان کے والد شیخ عبدالوہاب بھی سخت مخالف ہو گئے۔ کیونکہ وہ بھی ان نام نہاد

علماء و مقلدین کے اقوال سے متاثر تھے جو ان خرافات کے قائل اور عامل تھے لیکن ظاہری طور پر پارسائی اور نیکی کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے۔ شیخ نے اپنی زبان، قلم اور مواعظ کے ذریعہ ان کے خلاف جہاد مسلسل جاری رکھا جس سے متاثر ہو کر شہر حریملاء کے بہت سے لوگ آپ کے سچے معتقد اور مطیع بھی ہو گئے۔

والد کی وفات

یہ کشمکش جاری تھی کہ ۱۱۵۲ھ میں آپ کے والد شیخ عبدالوہاب اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ مرنے سے قبل اُن کے والد اور شیخ کے بھائی سلیمان بھی آپ سے بحث و مباحثہ اور تکرار و جدال کے بعد بالآخر آپ کی دعوت سے مطمئن ہو گئے تھے[1]۔ والد کی وفات کے بعد شیخ نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت ان کے گمراہ عقائد کی تردید اور ان میں اتباع رسول کی جد و جہد علی الاعلان شروع کر دی۔

آپ کے شہر میں دو قبیلے تھے اور دونوں ہی اپنی اپنی قیادت کے دعویدار تھے

---

[1] صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان صفحہ ۴۶۱ طبع ثالث میں شیخ سلیمان بن عبدالوہاب کا وہ خط پڑھئے جسے انھوں نے احمد بن محمد التویجری اور راحمد و محمد صاحب زادگان عثمان بن شبانہ کو لکھا تھا شیخ نے انھیں کس طرح نصیحت فرمائی ہے کہ وہ باطل کے بجائے حق کا ساتھ دیں، شیخ نے خط میں یہ بات بڑی صراحت سے لکھی ہے کہ اللہ کی منع کی ہوئی باتوں میں شرک سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی ان تینوں حضرات کا صفحہ ۴۶۱ پر وہ جواب بھی پڑھئے جو انھوں نے شیخ سلیمان کو دیا ہے جس میں انھوں نے اپنے پچھلے عقائد سے رجوع کیا ہے۔

اور شہر میں کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو دونوں میں فیصلہ کرادیتا جس سے کمزور اپنا حق پا لیتے اور کمینے محروم ہوتے۔ ان میں سے ایک قبیلے کے پاس بہت سے غلام تھے جو ہر طرح کے منکرات کے مرتکب اور لوگوں پر ظلم و تعدی کیا کرتے تھے۔ شیخ نے ان کو ٹوکنے اور روکنے کا ارادہ کر لیا جب یہ خبر ان غلاموں کو معلوم ہوئی تو انھوں نے آپ پر اچانک حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور دیوار پھاند کر آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن عین وقت پر لوگوں کو پتہ چل گیا اور ان کے شور کرنے پر یہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

عیینہ میں قیام

شیخ نے حریملا چھوڑ کر اپنے آبائی وطن عیینہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت عیینہ کا حاکم عثمان بن حمد بن معمر تھا۔ اس نے شیخ کا بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا۔ شیخ نے اپنی دعوت اصلاح جو سراسر کتاب و سنت پر قائم ہے تفصیل سے حاکم کے سامنے پیش کی اور اس کو توحید کا مطلب سمجھایا اور بتایا کہ اس وقت عوام میں جو عقائد پھیلے ہوئے ہیں وہ توحید کے سراسر منافی ہیں۔ شیخ نے اس کو آیاتِ قرآنی و احادیث کے ذریعہ یہ بھی سمجھایا کہ جو لوگ لا الہ الا اللہ کی دعوت کے لئے کھڑے ہوں گے اللہ اُن کی مدد کرے گا اور انہی کو نجد اور دیگر مقامات کی پیشوائی اور قیادت کے ساتھ ساتھ حقیقی اور ابدی سعادت بھی ملے گی۔

حاکم عیینہ نے شیخ کی دعوت قبول کر لی اور اُن کے فرمودات پر خوشی کا اظہار

کیا۔ اب شیخ نے دعوت الی اللہ عام کردی۔ لوگوں کو صرف خدائے واحد کی بندگی اور کتاب وسنت کی اتباع کی طرف بلانا شروع کیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام عملاً شروع کر دیا۔ چنانچہ ان تمام درختوں کو کاٹ ڈالا جن کی تعظیم کی جارہی تھی اور حاکم عیینہ کی مدد سے زید بن خطاب کے قبّے کو گرادیا۔ اور ایک عورت نے کئی بار زنا کا اعتراف کیا تو اس کی عقل وحواس کی تحقیق کے بعد اس پر حد جاری کردی۔ ان باتوں سے شیخ کی دعوت پھیل گئی اور آپ کا چرچا عام شہروں میں پھیل گیا۔

حاکمِ احساء کی مُخالفت

ان حالات کی خبر جب احساء کے حاکم سلیمان بن محمد عریعر اور بنو خالد کو ملی تو احساء کے اس اکھڑ جاہل حاکم نے عیینہ کے حاکم عثمان بن معمر کو لکھا کہ جو عالم تمہارے پاس اس وقت موجود ہیں انھوں نے ایسا ایسا کیا اور کہا ہے۔ لہذا یہ خط پاتے ہی تم ان کو قتل کردو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو احساء سے جانے والا تمہارا ٹیکس ہم بند کردینگے۔

جلاوطنی کا حکم

حاکم عیینہ پر اس خط کا بڑا گہرا اثر پڑا اور حاکم احساء کی مخالفت اس کے لئے متشکل ہوگئی۔ چنانچہ اللہ سے ڈرنے کے بجائے وہ احساء کے حاکم سے ڈر گیا اور اپنے ضعف ایمانی سے مجبور ہو کر شیخ کو شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور شیخ کی نصیحت سے اس نے ذرا بھی اثر نہیں لیا کہ داعیِ حق کی راہ میں اس قسم کی اذیتیں ہمیشہ ہی آتی رہی ہیں۔ لیکن بالآخر نتیجہ انہی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ پیدل ہی عیینہ سے نکل پڑے ان کے ساتھ حاکم نے ایک سوار لگا دیا تھا جو آپ کے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ کے پاس گرمی سے بچنے کے لئے ایک پنکھے کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ راستے میں اس سوار نے حاکم عیینہ کی فہمائش کے مطابق آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا لیکن اُس کے ہاتھ کانپ گئے اور اللہ نے اُس کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا۔ شیخ سفر کے دوران کبھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہتے تھے بلکہ مسلسل اس آیت کا ورد جاری رکھتے تھے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ

جو شخص اللہ سے ڈرے گا۔ اللہ اُس کے لئے راہ نکال دے گا۔

درعیہ میں قیام

۱۱۵۸ھ کو عصر کے وقت درعیہ پہنچے اور عبدالرحمٰن بن سویلم اور ان کے چچا زاد بھائی احمد بن سویلم کے یہاں مہمان اُترے۔ ابن سویلم کو امیر محمد بن سعود کی طرف سے خوف معلوم ہوا۔ اسلئے کہ وہ جانتا تھا کہ عوام شیخ کی دعوت کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور خصوصاً جنکے ہاتھ میں ذرا بھی قوت ہے وہ مدافعت اور ایذا رسانی سے باز نہیں آئیں گے۔

لیکن شیخ کا قلب ایمان اور اعتماد علی اللہ سے بھرپور تھا۔ انھوں نے ابن سویلم کا اندیشہ دور کیا اور مختلف قسم کی نصیحتیں کر کے اس کے دل کو اجر و ثواب کی امید سے بھر دیا اور اسے یقین دلایا کہ اللہ ضرور مشکل آسان کرے گا اور اپنی امداد سے نوازے گا اور ادھر درعیہ کے خواص کو جب شیخ کی موجودگی کا علم ہوا تو آپ سے خفیہ ملاقات

شروع کی۔ شیخ نے ان حضرات کو توحید کا پیام مفہوم اور اپنی دعوت خوب اچھی طرح سمجھائی۔

امیر محمد بن سعود کو نصیحت

امیر محمد بن سعود کے دو بھائی مشاری اور ثنیان تھے اور امیر کی بیوی بڑی عاقلہ اور معاملہ فہم تھی۔ امیر کے بھائیوں نے شیخ سے ملاقات اور اُن سے علمی استفادہ کے بعد اپنے بھائی ابن سعود سے کہا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب ابن سویلم کے مہمان ہیں اور اللہ نے ان کو ہمارے لئے غنیمت بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی قدر کرنی چاہئے۔ اور ان بھائیوں نے امیر محمد کو شیخ کی ملاقات کے لئے ترغیب دی جسے اس نے مان لیا اور شیخ سے ملاقات بھی کی۔

شیخ نے امیر کو توحید کی دعوت دی اور بتایا کہ توحید ہی کی دعوت کے لئے تمام انبیاء بھیجے گئے تھے اور آیات قرآنی کے ذریعہ توحید کی وضاحت کی اور شرک کی ضلالت کو واشگاف کیا اور ساتھ ہی ساتھ امیر کو نجد میں پھیلے ہوئے شرک و جہل و فرقہ بندی و اختلافات و خونریزی وغارت گری کی طرف توجہ دلائی اور اہل نجد کی دینی و دنیاوی کمزوریوں اور دین سے ان کی ناواقفیت کو اچھی طرح بیان کیا اور امیر کو امید دلائی کہ اگر اس نے دعوت کا ساتھ دیا تو انشاءاللہ ایک دن مسلمان اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔ اور حکومت وقیادت اس کے قدم چومے گی۔

شیخ کے مواعظ سے اللہ تعالیٰ نے امیر محمد بن سعود کا سینہ حق کے لئے کھول دیا اور

وہ پوری طرح شیخ کا معتقد و حامی بن گیا اور شیخ کی دعوت سے کلی طور پر مطمئن ہو گیا اور شیخ کو خوشخبری دی کہ وہ ان کے مخالفین کے مقابلے میں ان کی بھرپور مدد کرے گا۔ اس موقع پر امیر نے شیخ سے دو وعدے کیے۔

اول یہ کہ اگر اللہ نے مدد فرمائی اور ان کو اقتدار حاصل ہو گیا تو شیخ درعیہ سے واپس نہ جائیں گے۔

دوم یہ کہ اہل درعیہ سے پھلوں کے موسم میں جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے شیخ اس سے منع نہیں کریں گے۔ شیخ نے فرمایا کہ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو زندگی کے ساتھ زندگی اور موت کے ساتھ موت کا تعلق ہے اور رہی دوسری بات تو انشاء اللہ جب اللہ فتوحات فرمائے گا اور تم مال غنیمت سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ تو تمہیں اس ٹیکس کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔

امیر محمد بن سعود کی بیعت

اس کے بعد امیر نے شیخ سے دعوت الی اللہ جہاد فی سبیل اللہ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بالمعروف و نہی عن المنکر و شعائر دین کے قیام پر بیعت کی۔ شیخ جب درعیہ میں پوری طرح جم گئے تو ان کے معتقدین و متعارفین ہر طرف سے ان کے پاس پہنچنے لگے، جن میں آل معمر کے روسار بھی شامل تھے۔

ابن معمر کی ندامت اور حاضری

امیر عثمان بن معمر کو (جس نے شیخ کو عینیہ سے نکالا تھا)، جب یہ معلوم ہوا کہ امیر محمد

بن سعود نے شیخ سے بیعت کر لی ہے اور اس کے ساتھ تمام اہل درعیہ شیخ کے حامی وناصر بن گئے تو اسے اپنے کئے پر ندامت ہوئی اور عیینہ کے روساء ومعززین کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ وہ شیخ کے پاس حاضر ہوا اور معافی چاہی اور شیخ سے عیینہ واپس چلنے کی درخواست کی۔ شیخ نے اس معاملہ کو امیر محمد بن سعود کی رضامندی پر چھوڑ دیا۔

امیر محمد بن سعود نے اجازت نہیں دی اور امیر عثمان کو ناکام واپس ہونا پڑا اب شیخ کے پاس لوگ جوق در جوق آنے لگے اور آپ سے عقائد کی صفائی اور خرافات سے توبہ کرنے لگے۔ درعیہ میں لوگوں کی کثرت سے آمد ایک مسئلہ بن گئی کیونکہ امیر درعیہ اور اہل شہر ان کے قیام وطعام کی کفالت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ بعض شائقین علم راتوں کو کام کرتے اور دن میں شیخ کی مجلس میں حاضر ہو کر علم سیکھتے تھے لیکن کچھ مدت بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل آسان کر دی۔

دعوت وارشاد

شیخ نے لوگوں کی تعلیم پر بڑی زبردست محنت کی۔ آپ نے لا الہ الا اللہ کا معنی بتایا کہ اس میں نفی واثبات دونوں ہے، پہلے جزو میں تمام باطل معبودات کی نفی ہے اور دوسرے جزو الا اللہ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ بندگی کا اثبات ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ اس کو کہتے ہیں جس کی طرف دل محبت اور خوف وبزرگی اور امید سے جھکتے ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور دعوت "اصول ثلاثہ" کی تعلیم بھی انکو دی

آپ کی ان ہدایت بھری تعلیمات سے لوگوں کے ذہن روشن ہو گئے۔ قلوب کی صفائی ہوئی عقائد درست ہوئے اور شیخ کی محبت آنے والوں کے دلوں میں بڑھ گئی۔

روساء اور قاضیوں کو دعوت

آپ نے نجد کے مختلف روساء اور قاضیوں کو مختلف خطوط بھیجے اور ان سے درخواست کی کہ شرک و عناد چھوڑ کر شیخ کی بیعت و اطاعت قبول کر لیں۔ کچھ نے تو اطاعت قبول کر لی۔ لیکن کچھ نے نافرمانی بھی کی اور آپ کی اس دعوت کا مذاق بھی اڑایا۔ اور آپ کو جاہل و بے علم ہونے کا طعنہ بھی دیا اور بعض نے تو آپ پر جادوگر ہونے کا بھی الزام لگایا۔ اندھی تقلید اور بغض و جہالت کا بُرا ہو کہ آپ پر انتہائی ناگوار اتہامات بھی لگائے جن سے آپ بالکل بری تھے۔ یہ بدبخت اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے کہ ایک جاہل شخص اتنے ٹھوس دلائل کیسے پیش کر سکتا تھا۔ بھلا جاہل کی کیا مجال کہ بڑے بڑے علماء کو اپنے مسکت و لاجواب عقلی و سمعی دلائل سے مقابلے کی دعوت دے اور جادوگر ایسی بات سکھا ہی نہیں سکتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس سے ہو ہی نہیں سکتا۔ بہر حال اس میں تعجب کی بات کیا ہے آخر انبیاء سابقین اور تمام مصلحین کو بھی انہی القاب سے نوازا جا چکا ہے۔

جہاد بالسیف کا اعلان

شیخ اس مامون وسیلے کے سہارے رات دن دعوت الی اللہ وعظ و ارشاد اور علمی رسائل کی تالیف و اشاعت میں مصروف رہنے لگے اور امیر محمد بن سعود اپنی طاقت بھر آپ کی

مدد کرتا رہا لیکن آپ کی دعوت کے مخالفین بھی ہر ممکن ذریعے سے آپ کے خلاف برسر پیکار تھے اور آپ کی دعوت اور اس کو قبول کرنے والوں کے خلاف دلجوئی اور ظلم کے تمام وسائل سے کام لیتے تھے جس سے مجبور ہو کر شیخ اور امیر محمد بن سعود کی دعوت کو طاقت ور بنانے کی خاطر جہاد کے لئے تیار ہونا پڑا اور کئی سال تک یہ دینی جنگ جاری رہی جن میں اکثر مواقع پر فتح امیر محمد بن سعود ہی کو ہوتی رہی اور قبائل و بستیاں یکے بعد دیگرے قبضہ میں آتے گئے اور بچے کھچے لوگ آپ کی دعوت کی حقانیت جان لینے کے بعد برضا و رغبت آپ کے مطیع ہوتے گئے۔

اگر آپ شیخ پر ہونے والے ظلم و جور اور مخالفت کی داستان کی تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کتاب عنوان المجد فی تاریخ نجد کا مطالعہ کریں۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ ان جنگوں سے شیخ کا مقصد صرف اپنا دفاع اور دعوت خاص کی راہ سے مشکلات کا دور کرنا تھا۔

دعوت کی تکمیل

ریاض کی فتح[1] اور سلطنت کی وسعت اور مشکلات کے رفع ہو جانے کے بعد شیخ نے عوامی امور اور مال غنیمت کے معاملات

---

[1] ۱۱۸۶ھ میں امام عبدالعزیز محمد بن سعود کے ہاتھ سے ریاض فتح ہوا جبکہ دھام بن دواس ریاض سے بھاگ چکا تھا، اس کا یہ فرار ائمہ دعوت کے خلاف اس کے متعدد بار ظلم و زیادتی اور بار بار کی بدعہدی کے بعد ہوا آخر کار بہتر انجام متقیوں اور اللہ کے موحد سپاہیوں کے لئے مقرر تھا۔ اور ۱۱۷۹ء میں امام محمد بن سعود کی وفات ہوئی اور ان کے صاحبزادے امام عبدالعزیز بن محمد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، ۱۲۲۵ھ میں سعود بن عبدالعزیز نے اپنے والد کے حکم سے عراق پر چڑھائی کی اور اہل کربلا کو زبردست نقصان پہنچایا۔

کو امیر عبدالعزیز بن محمد سعود کے سپرد کر دیا اور خود علم و عبادت اور درس و تدریس میں منہمک ہو گئے۔ لیکن امیر محمد بن سعود اور اس کے صاحبزادے عبدالعزیز آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اور کوئی حکم نافذ کرنے سے پہلے شیخ سے اس کی شرعی حیثیت معلوم کر لیا کرتے تھے۔

وفات

شیخ کا یہ آخری بہترین دوران کے حسنِ حال اور پاکیزہ سیرت کے ساتھ نہایت خوش و خرم گذرتا رہا۔ یہاں تک کہ ماہ ذی قعدہ ۱۲۰۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔

رحمہ اللہ وأسکنہ فی فسیح الجنات۔ (آمین)

علم و سیرت

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ یگانۂ روزگار تھے۔ سنت کے حامی، بدعت کے مٹانے والے، وسیع المطالعہ اور تفسیر و حدیث فقہ و اصول فقہ علم، نحو و صرف و بیان میں امامت کا درجہ رکھتے تھے زبان کی فصاحت میں ممتاز، حجت و برہان میں نہایت قوی بہترین اسلوب کے مالک، دلائل و

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اور حضرت امام حسین کی قبر کے قبے کو گرا دیا۔ اور ۱۲۱۸ھ ماہ رجب میں ایک شیعہ کے ہاتھوں امام عبدالعزیز کی شہادت ہوئی۔ جو خاص اسی نیت سے عراق سے آیا تھا۔ درویش بنکر رہتا تھا زہد و طاعت کا اظہار کرتا تھا کچھ قرآن بھی پڑھ لیا تھا اس کی ان باتوں سے متاثر ہو کر امام عبدالعزیز نے اس کو عزت دی امام ہی کی داد و دہش پر وہ دینی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ لیکن وہ بدظن رافضی تھا لوگ سجدے ہی میں تھے کہ وہ تیسری صف سے کود کر امام عبدالعزیز پر حملہ آور ہوا اور جوش انتقام میں اپنے خنجر سے ان پر حملہ کیا جس سے امام شہید ہو گئے اور ان کے صاحب زادے سعود کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔

براہین کے پیش کرنے پر اچھی طرح قادر تھے۔ ان کے چہرے سے صلاح وحسن سیرت وصفائے باطن کا نور ٹپکتا تھا۔ بندگان خدا سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اپنے حُسنِ سلوک سے ان کو نوازتے اپنی شرافت سے ان کو فیضیاب کرتے تھے اور نصائح ومواعظ میں للہیت وخلوص رکھتے تھے۔ ذکر وعبادت میں کثرت سے مشغول رہتے تھے اور یادالٰہی سے تھکتے نہیں تھے۔ عطایا وہدایا دیتے وقت صرف اللہ پر اعتماد رکھا کرتے تھے۔ اپنے مہمانوں اور مانگنے والوں کے لئے بڑے سے بڑا قرض کا بار اُٹھا لیا کرتے تھے۔ آپ پر عظمت کا نور برستا محسوس ہوتا تھا۔ اگرچہ آپ طبعًا سب کے ساتھ بڑے متواضع نرم دل اور منکسر المزاج تھے اور سب کی صلاحیت کے مطابق ان سے بات کرتے تھے پھر بھی نگاہیں آپ کی طرف تعظیم وجلال ہی کے ساتھ اٹھتی تھیں۔ طلبہ سے خاص طور پر محبت کرتے تھے ان کی مالی امداد جیب خاص سے کرتے۔ اُن کی صلاحیت کے مطابق اُن کی رہنمائی فرماتے۔

معمولات توحید تفسیر، حدیث فقہ اور اصول فقہ اور دوسرے جملہ علوم عربیہ کا درس دینے کے لئے دن میں کئی کئی بار مجالس منعقد ہوا کرتیں۔

تفسیر وحدیث کے دقائق پر بھی بڑی گہری نظر تھی۔ اسی طرح علل اور رجال پر بھی اچھی مہارت رکھتے تھے تقریر وتحریر اور تصنیف وتالیف سے ذرا بھی اکتاتے اور آزردہ نہیں ہوتے تھے۔

عادات بڑے ہی صابر، عاقل، حلیم و بردبار تھے، جلدی غصہ میں بے قابو نہیں ہوتے تھے۔ البتہ اگر دین کی بے حرمتی ہوتی ہو۔ یا شعائر دین کی توہین ہو رہی ہو تو اُس وقت زبان د تلوار دونوں ہی سے لڑ بڑتے تھے۔ علماء کی بڑی تعظیم کرتے اور ان کے فضائل کا بڑا احساس و اعتراف فرماتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عادی تھے۔ بدعات کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے لیکن اس بدعت کا ارتکاب کرنے والوں کو بڑی نرمی اور مہربانی سے سمجھاتے تھے۔ بلا ضرورت سختی غصّے، ضد اور ہٹ سے پرہیز کرتے تھے۔

خاندانی شرافت شیخ میں ان بلند عادات کریمہ کا پایا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ تو ان کے اسلاف کرام سے ورثہ میں ملی تھی۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی علم و فضل و زہد کے حامل تھے ان کے دادا شیخ سلیمان ابن علی اپنے زمانے میں نجد کے سب سے بڑے عالم تھے مختلف علوم میں انھیں مہارت تامہ حاصل تھی نجد کے مختلف اطراف سے لوگ اُن کے پاس حصول علم کے لئے آتے تھے ابن بشر کا بیان ہے کہ ان کے دادا نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور درس و افتاء سے طلبائے علوم و فنون کو خوب فیض پہونچایا۔ اس طرح شیخ کے والد جو آپ کے استاذ بھی تھے۔ بڑے متبحر زاہد اور علوم شرعیہ کے جامع تھے۔ نجد کے متعدد مقامات پر قضاء کے منصب پر فائز رہے جنہیں عیینہ اور حریملاء قابل ذکر ہیں۔ ان کی تالیفات میں چند بہترین رسائل اور

کتابیں ہیں۔

شیخ کی تصانیف

شیخ نے بہت سی کتابیں لکھیں جنمیں، کتاب[1] التوحید اپنی شہرت کی بنا پر تعارف کی محتاج نہیں اس کے علاوہ [2] کشف الشبہات [3] ثلاثۃ الاصول [4] مختصر سیرت نبوی [5] مختصر الانصاف [6] شرح کبیر [7] کتاب الکبائر [8] نصیحۃ المسلمین باحادیث خاتم المرسلین [9] آداب المشی الی الصلوٰۃ [10] اصول الایمان [11] مختصر زاد المعاد [12] مختصر صحیح البخاری [13] مسائل الجاہلیۃ [14] استنباط من القرآن (دو جز) [15] احادیث الفتن۔ نیز ان کے علاوہ اور بھی بہت سے رسالے ہیں جن میں اکثر مسائل توحید کے متعلق ہیں۔

صاحبزادگان

شیخ کے چار لڑکے تھے۔ حسین، عبداللہ، علی، اور ابراہیم[1] ان بچوں نے شیخ ہی سے علم حاصل کیا اور سب نے علم شرعیہ اور فنون ادبیہ یعنی معقول ومنقول میں مہارت کاملہ حاصل کی۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک مدرسہ ان کے گھر کے قریب تھا جن میں مقامی وبیرونی طلبہ کی بڑی تعداد تعلیم حاصل کرتی تھی۔ شیخ کے خاندان میں آج بھی علم دین باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ آج بھی آل شیخ مملکت عربیہ سعودیہ میں افتاء تدریس امر بالمعروف ونہی عن المنکر

---

[1] شیخ کے پانچویں صاحبزادے "حسن" بظاہر بڑے عالم نہیں تھے۔ مجھے آل شیخ کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ شیخ حسن یعنی عبدالرحمان بن حسن کے والد جوانی ہی میں انتقال کر گئے ان کو علم سے کم ہی شغل رہا بلکہ وہ تجارت اور دنیاوی کاموں میں لگے رہے۔

مدارس اور دینی اداروں کی سربراہی اور شریعت اسلامیہ کی مدد و اشاعت کے بڑے بڑے مناصب پر فائز ہیں۔

تلامذہ شیخ سے استفادہ کر کے دینی مناصب پر فائز ہونے والے طلبہ کی صحیح تعداد لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ البتہ ان میں سے چند خاص کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) شیخ احمد بن ناصر بن عثمان بن معمر مؤلف منحۃ القریب فی الرد علی عبادۃ الصلیب (۲) شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الحسینی الناصری، وشم کے علاقہ میں منصبِ قضاء پر مامور تھے۔ (۳) شیخ سعید بن حجی حوطہ بنو تمیم کے قاضی تھے۔ (۴) شیخ احمد بن راشد العریمی سدیر کے علاقہ کے قاضی تھے۔ (۶) شیخ عبدالعزیز ابو حسین (۷) شیخ حسن بن عیدان حریملاء کے قاضی تھے۔ (۸) شیخ عبدالعزیز بن سویلم قصیم کے قاضی تھے۔

شیخ حسن کی نسل میں سے آج ہمارے دور میں شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن مملکت سعودی عربیہ کے مفتی اکبر اور تمام اداروں کے سربراہ ہیں۔ (افسوس کہ شیخ محمد بن ابراہیم بھی اب اللہ کو پیارے ہو گئے اور اب انکے جانشین ان کے صاحبزادے شیخ ابراہیم بن محمد آل شیخ ہیں) اور ان کے بھائی شیخ عبدالرحمٰن بن حسن دینی مدارس کے رئیس ہیں اور شیخ عبدالملک بن ابراہیم مکہ مکرمہ میں ادارہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے رئیس ہیں۔

لہ موصوف اس وقت وزیر العدل ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اہل نجد کا عقیدہ

ان کا عقیدہ سلف صالحین کے عقیدہ کے مطابق بالکل وہی تھا جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب اور تابعین، ائمہ مجتہدین مثلاً ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابن مبارک، بخاری، مسلم ابوداؤد اور تمام اہل سنن ان کے متبعین، فقہاء و محدثین، نیز امام اشعری، ابن خزیمہ تقی الدین ابن تیمیہ، ابن قیم اور ذہبی وغیرہم رحمہم اللہ قائم ودائم تھے۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ اللہ ایک ہے اکیلا ہے۔ فرد ہے۔ بے نیاز ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کا مثیل ہے نہ وزیر نہ مشیر ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ جو ہو چکا ہے جو ہونے والا ہے اور جو نہیں ہوا۔ اگر ہوگا تو کیسے ہوگا۔ سب کا جاننے والا ہے۔ وہ ہر چیز پہ قادر ہے، اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی البتہ جو چاہے کر گذرتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات عالیہ اور اسمائے حسنیٰ کو اسی طرح ثابت کرتے تھے جس طرح اللہ کی کتاب اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جیسے صفت علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام، استواء علی العرش اور وہ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور تمام ذاتی فعلی اور خبری صفات شیخ ان صفات پر ایمان رکھتے تھے اور جس طرح منقول ہیں اسی طرح دہراتے

تھے۔ بغیر کسی تحریف، تعطیل، اور تکییف اور تمثیل کے۔

آپ کا عقیدہ تھا کہ اللہ زندہ رہنے والا ہے۔

توحید عبادت و ربوبیت ان کا اس پر ایمان تھا کہ عبادت صرف اللہ کی ہونی چاہیئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ نہ کسی مقرب فرشتے کو نہ نبی مرسل کو۔ اللہ کے سوا دوسروں کی بندگی سے بیزار تھے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ اور صرف اسی حکمت و غرض سے اللہ نے جن اور انسان کو پیدا کیا تھا اور اسی کیلئے رسول بھی بھیجے گئے تھے اور کتابیں بھی اتاری گئی تھیں۔

آپ پتھروں درختوں اور صالحین و بزرگوں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے اور ان کے پجاریوں سے الگ تھے اور ان چیزوں کی عبادت کے شرک و ضلالت و کفر ہونے پر عقلی و نقلی دلائل دیا کرتے تھے۔

نقلی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کی زبانی نقل کیا ہے۔ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے میری قوم والو! صرف اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ۔ اے لوگو! بندگی کرو اپنے اس رب کی جس نے تم کو پیدا کیا۔ نیز فرمایا۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر سن بھی لیں تو وہ تمہاری خاطر قبول نہ کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے

شرک کا انکار کر دیں گے اور یہ باتیں تم کو اللہ خبر رکھنے والے کی طرح کون بتا سکتا ہے"۔

انبیاء و رسلؑ ملائکہ، کتبؑ سماویہ اور یوم آخرت پر ایمانؑ

اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر آپ ایمان رکھتے تھے ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روشن آیات اور کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا اور نسب کی پاکیزگی سے معزز کیا۔ اور حسن اخلاق کی محبت عطا کی جس نے آپ کی پیروی کی وہ کامیاب ہوا۔ آپ آخرت کے دن پر، مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر اللہ کے سامنے بندوں کے حساب کتاب، میزان عدل پُل صراط جنت و جہنم سب پر ایمان رکھتے تھے جیسا کہ آپکے عقیدے کا ذکر بلفظہ آگے آرہا ہے۔

قدر و جبر اور ارجاء و امامت کے مسائل

آپ تقدیر خیر و شر پر ایمان رکھتے تھے اور جبریہ قدریہ اور مرجیہ کے عقائد سے بیزار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احباب اور اہل بیت سے محبت کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت کے معتقد تھے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ کی افضلیت کے قائل تھے۔

علماء کے بارے میں شیخ کا عقیدہ

تمام اہل اسلام اور ان کے علماء سے دوستی رکھتے تھے۔ اہلحدیث، اہل فقہ اہل تفسیر، اہل زہد و عبادت اور خصوصاً ائمہ اربعہ کی فضیلت و امامت کے قائل تھے۔ اور یہ کہ یہ حضرات فضل و مرتبت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ جہاں بڑے بڑوں کی رسائی نہ تھی لیکن غالی مقلدین کے خلاف ائمہ مجتہدین کے قول کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ کتاب و سنت سے اس کے حقائق دلیل سے نہ پالیتے اور اسی پر ائمہ اربعہ کا بھی اتفاق تھا جیسا کہ ابن عبد البر نے لکھا ہے۔

عقائد کے بارے میں آپ کے خطوط[۱]

شیخ نے اکثر مقامات پر لوگوں کو دعوتی خطوط بھیجے تھے جن میں اپنے عقائد کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان خطوط میں سے قصیم والوں کے نام جو خط تھا۔ اس کی نقل پیش کیجاتی ہے

"میں اللہ کو اور جتنے فرشتے میرے پاس حاضر ہیں سب کو اور تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اللہ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے پیغمبروں اور موت کے

---

[۱] قارئین کتاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ توحید اسماء و صفات و توحید الوہیت کے بارے میں شیخ کے عقیدہ کو خود ان کے خطوط سے اس لئے نقل کیا جا رہا ہے تاکہ آپ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ شیخ سلف صالحین ہی کے عقیدے پر تھے۔ اور آپ کی کتابوں اور خطوط کے برعکس آپ کے دشمنوں نے شیخ کے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا ہے وہ سراسر جھوٹ اور بے اصل ہے تفصیلات ان خطوط میں ملاحظہ ہو۔

بعد اُٹھنے اور تقدیر شر و خیر پر میرا وہی عقیدہ ہے جو تمام اہلسنت والجماعت کا تھا۔ اللہ پر ایمان بالکل ویسا ہی ہے جیسا اللہ نے اپنی کتاب میں اپنی بابت فرمادیا ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سُننے اور دیکھنے والا ہے

اللہ تعالیٰ کی اپنی اس تعریف سے میں بال برابر منحرف نہیں۔ نہ ہی اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی کرتا۔ نہ ہی ان کے ناموں اور آیات کا انکار کرتا۔ نہ ہی اللہ کی صفت کو مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہہ دیتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ہمنام ہے، نہ ہمسر، نہ شریک، نہ اس کو اس کی مخلوق پر قیاس کیا جاسکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور دوسروں کو بھی سب سے زیادہ جانتا ہے وہ اپنے قول میں سب سے سچا اور اچھا ہے۔

اللہ نے اپنی ذات کو ان چیزوں سے پاک رکھا ہے جن کو اصحاب تکییف و تمثیل نے مخالفت کی بناء پر بیان کیا ہے۔ اسی طرح اہل تحریف و تعطیل میں سے جن لوگوں نے اللہ کی صفات کا انکار کیا ہے اللہ اُن سے بھی پاک اور منزہ ہے۔ ارشاد ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

ترجمہ:۔ پاک ہے تیرا رب، عزت والا رب ان سب باتوں سے جن کو لوگ بیان کرتے ہیں اور سب پیغمبروں پر سلام ہو اور سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

اللہ کے افعال کے بارے میں فرقۂ ناجیہ کا مسلک قدریہ وجبریہ کے مابین ہے۔ اسی طرح اللہ کی وعیدوں کے بارے میں مرجیۂ اور وعیدیہ کے مابین ہے۔ اور ایمان ودین کے بارے میں حروریہ ومعتزلہ اور مرجیۂ وجھمیہ کے مابین ہے اور اصحاب رسولؐ کے بارے میں روافض اور خوارج کے مابین ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میرا اعتقاد ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے، مخلوق نہیں ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ اور اللہ نے اس قرآن کے لفظوں کے ساتھ حقیقی کلام کیا ہے اور اس کو نازل کیا ہے اپنے بندے رسول، وحی کے امین اللہ اور بندوں کے مابین سفیر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

میرا اعتقاد ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی نہ کوئی چیز اس کی مشیت سے باہر جاسکتی۔ نہ کوئی چیز دنیا میں اسکی تقدیر سے باہر جاسکتی ہے نہ اسکی تدبیر کے بغیر پیدا ہوسکتی ہے۔ نہ دنیا کی کسی چیز کو اسکی مقررہ تقدیر سے چھٹکارا ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا جاچکا ہے اس سے تجاوز ممکن نہیں۔

لے قدریہ، فعل کی نسبت بندے کی طرف کرتے ہیں اور بندے کو اپنے فعل کا خواہ وہ خیر ہو یا شر خالق سمجھتے ہیں، جبریہ، ان کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل خیر یا شر پر مجبور ہے۔ بندہ ہواؤں کی رفتار پر پرندے کے ایک پر کی طرح ہے۔ شیخ کے صاحبزادے عبداللہ کے خط سے منقول ہے جسے انھوں نے ۱۲۱۸ھ میں امام سعود کے مکہ مکرمہ میں داخلہ کے بعد لکھا ہے۔

حروریہ:- وہ خوارج ہیں جنھوں نے حضرت علی کے خلاف اس وقت خروج کیا جب (باقی ص پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے بعد رونما ہونے والے جتنے واقعات کی خبر دی ہے سب کی صحت پر میرا اعتقاد ہے۔ قبر کی آزمائش اور اس کی آسائشوں پر بھی میرا ایمان ہے۔ روح کے جسموں میں لوٹ آنے کا عقیدہ بھی برحق ہے۔ سب لوگ قیامت کے دن رب العالمین کے سامنے ننگے سر ننگے پاؤں ختنہ بغیر کھڑے کئے جائیں گے۔ آفتاب لوگوں سے بے حد قریب ہو جائے گا اور میزان عدل رکھی جائے گی اس پر بندوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

(صفحہ کا بقیہ حاشیہ) وہ حکمین کو حکم تسلیم کرنے پر راضی ہو گئے۔

معتزلہ :۔ وہ قدریہ ہیں جنھوں نے فعل کو بندے کی طرف منسوب کیا ہے اور تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے۔

مرجئہ :۔ وہ لوگ ہیں جن کا کہنا ہے کہ ایمان معصیت کے ساتھ مضر نہیں جس طرح طاعت کفر کے ساتھ مفید نہیں،

جہمیہ :۔ جہم بن صفوان کے ماننے والے ہیں جنھوں نے اللہ کی تمام صفات اور اسماء کا انکار کیا ہے اور خالص جبر کے معتقد ہیں۔

روافض :۔ وہ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلافت کے لئے وصیت فرمائی تھی اور اکثر اصحاب رسول صلعم کی تکفیر کرتے ہیں۔

اور درمیانی راہ جو شیخ نے اختیار کی وہ یہ تھی کہ اہل سنت اللہ کی عام مشیئت و قدرت کے قائل و معتقد ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ بندہ اپنے فعل پر مجبور ہے بلکہ وہ مختار ہے۔

اور مرجئہ اور وعیدیہ جو دراصل حروریہ اور معتزلہ ہیں کے درمیان کی راہ یہ ہے کہ اہل سنت اس بات کے قائل نہیں کہ ایمان کے ہوتے معصیت مضر نہیں کیوں کہ اہل ایمان کی معصیت پر وعید کی آیات موجود ہیں۔ نیز اہل سنت اس کے بھی قائل ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے (بقیہ صفحہ پر)

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝

جن کا ترازو وزنی ہوگا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کا ترازو ہلکا ہوگا وہ خود اپنے آپ خسارے میں ہوں گے۔ اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

دفتر پھیلائے جائیں گے۔ کچھ لوگ اپنے اعمال نامے اپنے داہنے ہاتھوں میں لینگے کچھ لوگ اپنے بائیں ہاتھوں میں پکڑینگے۔ میرا ایمان ہے کہ قیامت کے میدان میں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض ہوگا اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے جو لوگ اس سے ایک مرتبہ ہی پی لیں گے پھر کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ میرا ایمان ہے کہ پل صراط جہنم کے دہانے پر نصب کیا جائے گا۔ لوگ اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق وہاں سے گذریں گے۔ میرا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے اور آپ

(صفحہ کا بقیہ حاشیہ) جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے اور نہ ہی وہ دو مرتبوں میں سے ایک مرتبہ کے درمیان ہیں جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے، بلکہ اہل سنت نیک ثواب کے امیدوار اور خطاکار کے بارے میں خائف ہیں اگر کوئی مسلمان گناہ گار توبہ کئے بغیر مرگیا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے وہ چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے اور صحابہ کرام کے بارے میں روافض اور خوارج کے درمیان کی راہ یہ ہے کہ اہل سنت تمام صحابہ کرام کی فضیلت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اہلبیت کے بارے میں کینہ نہیں رکھتے ہیں اور برخلاف روافض کے جو اکثر رسول صلعم کو کافر کہتے ہیں اور اہلبیت کے بارے میں کینہ رکھتے ہیں اور برخلاف خوارج کے جو حضرت عثمان و علی و زبیر و معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

اولین شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ آپ ہی کی شفاعت پہلے قبول کی جائیگی۔ آپ کی شفاعت کا انکار کوئی بدعتی اور گمراہ شخص ہی کر سکتا ہے۔

لیکن آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رضا کے بعد ہی ہو سکے گی جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی — اور لوگ شفاعت نہیں کر سکیں گے مگر جن کے لئے اللہ راضی ہوگا۔

نیز فرمایا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ — کون ہے جو اللہ کے پاس اسکی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے۔

اور ارشاد باری ہے۔

وَکَمْ مِنْ مَلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَرْضٰی ؕ — اور آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں جن کی شفاعت بالکل مفید نہ ہوگی۔ مگر جب اللہ اُن کو اجازت دے جن کے لئے چاہے اور جن سے خوش ہو۔

اور اللہ صرف توحید ہی سے راضی ہوگا۔ اور موحدین ہی کے لئے اجازت دیگا۔ مشرکین کے لئے شفاعت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ — ان مشرکین کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کچھ کام نہ دے گی۔

میرا ایمان ہے کہ جنت و جہنم اللہ کی مخلوق ہیں اور آج وہ موجود ہیں اور وہ

فنا نہیں ہوں گی۔

میرا عقیدہ ہے کہ اہل ایمان قیامت کے دن اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند بلا زحمت دیکھا جاتا ہے۔

میرا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور کسی شخص کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور آپ کی نبوت کی گواہی نہ دے۔

آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ ان کے بعد علی مرتضیٰ پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر بیعت الرضوان والے پھر تمام صحابہ ہیں۔

میں تمام صحابہ رضؓ سے محبت کرتا ہوں ان کی نیکیاں یاد کرتا ہوں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔ ان کی لغزشوں کے ذکر سے باز رہتا ہوں، اور ان کے اختلافات کے بارے میں سکوت اختیار کرتا ہوں، ان سب کے فضائل کا میں معتقد ہوں، کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ؕ	اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر چکے ہیں اور اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بیشک تو مہربان رحیم ہے۔

اور تمام امہات المومنین سے میں راضی اور خوش ہوں جو ہر برائی سے پاک تھیں اولیائے کرام کی کرامات کا اقرار کرتا ہوں۔ لیکن وہ اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کے مستحق نہیں اور مسلمانوں میں سے کسی کے جنتی اور جہنمی ہونے کی گواہی نہیں دیتا بجز اُن کے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے البتہ نیکوں کی نجات کا امیدوار ہوں۔ اور بُروں کے بارے میں ڈرتا ہوں۔ کسی مسلمان کو اس کے گناہ کی بنا پر کافر نہیں کہتا۔ نہ اُسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا اور جہاد کا حکم ہر امام کے ساتھ نافذ سمجھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک جہاد کا حکم نافذ ہے اور اس وقت تک جاری رہیگا جب تک اس امت کا آخری طبقہ دجال سے جہاد کرے گا۔ اسے کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا۔

میں ائمہ مسلمین کی اطاعت خواہ نیک ہوں یا بد اس وقت تک واجب سمجھتا ہوں جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں۔ جو شخص خلافت کا مالک ہو گیا اور لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور لوگ اس سے راضی ہو گئے یا خلیفۂ وقت کو بزور قوت مغلوب کر کے خلیفہ بن گیا اس کی اطاعت واجب ہو گئی اور اس کے خلاف بغاوت حرام ہے میرے نزدیک اہل بدعت سے جدائی اور ان کا بائیکاٹ جائز ہے۔ جبتک کہ وہ توبہ نہ کر لیں۔ میں اہل بدعت کے ظاہر پہ حکم لگاتا ہوں اور باطن کا حال اللہ کے سپرد کرتا ہوں، میرا عقیدہ ہے کہ دین میں ایجاد کی گئی ہر نئی چیز بدعت ہے۔

میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ ایمان نام ہے زبان سے اقرار کرنا، اعضاء سے عمل کرنا اور دل سے تصدیق و اعتقاد رکھنے کا۔ اور ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے، معصیت سے گھٹتا ہے۔ اور اس کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں۔ سب سے برتر لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ہے اور سب سے کم تر راستہ سے اذیت کی چیز کا ہٹانا ہے۔

میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ویسا ہی واجب مانتا ہوں جس طرح شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب کرتی ہے۔

یہ وہ عقائد ہیں جنھیں میں مانتا ہوں اور عمل کرتا ہوں، میں نے اس لئے لکھا تاکہ میرے عقائد کو آپ لوگ جان لیں۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْل ط

عراق کے عالم علامہ سویدی نے آپ کے بارے میں عوام کے پروپیگنڈے کی حقیقت معلوم کی تھی جس کا جواب آپ نے بایں الفاظ دیا۔

محمد بن عبد الوہاب کی طرف سے دینی بھائی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ کی خدمت میں السلام علیکم و رحمۃ اللہ کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا خط ملا۔ دل بہت خوش ہوا۔ اللہ آپ کو متقیوں کا پیشوا بنائے اور سید المرسلین کے دین کا داعی بننے کی توفیق دے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں الحمد للہ رسول اللہ صلعم کا متبع ہوں، نہ کہ بدعات کا مرتکب، میرا عقیدہ اور دین جس کے مطابق میں اللہ کی بندگی کر رہا ہوں، اہلسنت والجماعت ہی کا مذہب ہے جس پر تمام ائمۂ اسلام، ائمۂ اربعہ اور ان کے متبعین کا اتفاق ہے اور قیامت تک رہے گا۔ البتہ میں نے واضح طور پر لوگوں سے کہدیا ہے کہ دین اللہ ہی

کے لئے خالص کر لیں۔

میں عوام کو صالح اور غیر صالح زندوں اور مردوں کے پکارنے سے منع کرتا ہوں اور جن چیزوں میں اللہ کی بندگی کی جاتی ہے ان میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے مثلاً ذبح، نذر، توکل اور سجدہ وغیرہ میں کیونکہ یہ سب اللہ کے حق ہیں ان میں کوئی بھی اللہ کا شریک نہیں نہ مقرب فرشتہ نہ بھیجے گئے پیغمبر اور یہ وہی دعوت ہے جسے اول سے آخر تک انبیاء نے دی اور اسی عقیدہ پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

میں نے لوگوں سے یہ بھی کہا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے رافضیوں نے شرک کو داخل کیا ہے جو اللہ کے بجائے حضرت علیؓ کو پکارتے تھے اور انھیں سے حاجت مانگتے تھے اور مصیبتوں کے دور ہونے کی دعا مانگتے تھے۔

میں چونکہ اپنی بستی میں ایک ذمہ دار شخص ہوں، لوگ میری باتیں سنتے ہیں اسلئے بعض اُمراء نے ان باتوں کا برا مانا، کیونکہ یہ ان کی عادتوں کے خلاف ہیں جن میں وہ پلے بڑھے ہیں۔ میں نے اپنی ماتحتی میں نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام قائم کیا ہے اور لوگوں کو سود خوری شراب نوشی اور تمام نشہ آور چیزوں سے روک دیا ہے۔

ان اصلاحی باتوں میں نکتہ چینی کی ان رؤسا نے کوئی گنجائش نہیں دیکھی کیونکہ عوام انھیں اچھا سمجھتے ہیں۔ لہذا انھوں نے اپنی عداوت اور کینہ وری مسئلۂ توحید میں نکالی اور عوام کو یہ کہکر بہکانا شروع کیا کہ میں نے توحید و شرک کے جو مسائل بیان کئے ہیں وہ مسلمانوں کی اکثریت کے خلاف ہیں اور پھر انھوں نے من گھڑت باتیں

پھیلائیں۔ فتنے پیدا کئے اور ابوجہل کے شیطانی لاؤڈ سپیکر کے ساتھ مجھ پر چڑھ دوڑے۔

ان چند باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں اپنے ماننے والوں کے سوا بقیہ تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہوں اور ان کے نکاح کو درست نہیں مانتا۔ تعجب ہے کہ یہ باتیں کسی سمجھ دار آدمی کی سمجھ میں کیسے آسکتی ہیں اور کیا کوئی مسلمان ایسی باتیں کہہ سکتا ہے میں اللہ کے حضور اس خبطی کی بکواس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ الغرض توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت کے علاوہ جو کچھ بھی ان لوگوں نے میرے خلاف پروپیگنڈہ کیا سب باطل وجھوٹ ہے۔

اہل مغرب کے نام خط

اتباع سنت وترک بدعات وخرافات سے متعلق آیات واحادیث نقل کرنے کے بعد آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے کہ آپ کی امت بھی ہو بہو پچھلی امتوں کی گمراہیوں کی نقل کرے گی سوائے ایک جماعت کے جو آپ کے اور صحابہ کے نقش قدم پر قائم رہیگی۔

اس تمہید کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج عوام میں سب سے زیادہ جو فتنہ عام ہے وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور مردوں کی طرف رُخ کرنے، اُن سے دشمنوں کے خلاف مدد مانگنے حاجات پوری کرنے مصائب دور کرنے کی درخواست کا فتنہ ہے جن پر اللہ کے سوا کسی کو قدرت حاصل نہیں۔ نیز اس طرح مردوں سے تقرب حاصل کرنا اور ان کی نذر ماننا، اُن کے نام کی قربانی کرنا۔ مشکلات میں ان سے فریاد طلب کرنا اور ان سے مدد چاہنی وغیرہ جیسی عبادات جو اللہ کے سوا کسی کے لئے زیبا نہیں اور غیر اللہ کے لئے

عبادت کی کوئی چیز تھوڑی بھی کرنی جرم وگناہ میں ایسی ہے جیسے ساری عبادت ہی غیراللہ کے لئے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کے بارے میں سب سے بے نیاز ہے۔ وہ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو اس کے لئے خالص ہو۔ اس کا ارشاد ہے۔

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ؕ

اللہ ہی کی بندگی کر و اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے دین خالص ہے اور جنھوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی بندگی محض اسلئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے قریب کر دیں گے۔ اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کریگا جن میں یہ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ کسی جھوٹے منکر کو راہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ دین میں سے صرف اتنے سے راضی ہے جو اس کے لئے خاص ہو۔ نیز اللہ نے یہ بھی بتایا ہے کہ مشرکین، ملائکہ، انبیاء اور صالحین کو تقرب الٰہی اور اپنی شفاعت کے لئے پکارا کرتے تھے، اور اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ جھوٹے کو ہدایت نہیں دے گا۔ اللہ نے مشرکین کے دعویٰ کو جھوٹا بھی کہا اور کافر بھی جیسا کہ ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ؕ

اللہ کے ناموں اور اسکی صفتوں کے بارے میں ایک خط

بسم اللہ اور حمد باری کے بعد لکھا۔

ہم جس عقیدے کے قائل ہیں اور جس کے مطابق اللہ کی بندگی کرتے ہیں وہ سلف صالحین، ائمہ اسلام، صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور اُن کے متبعین، ہی کا عقیدہ و مذہب ہے۔ یعنی صفات باری تعالیٰ کی بابت آیات قرآنی اور احادیث پر بغیر تمثیل ایمان واقرار اور ان کا اسی طرح دہرانا جس طرح بغیر تعطیل وتشبیہہ کے وہ وارد ہوئی ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ط (النساء)

جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول ؐ کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر چلے گا ہم اس کو اسی طرف پھیر دینگے جس طرف وہ پھرے گا۔ اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو نہایت بُرا ٹھکانا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے اصحابؓ اور ان کے نقش قدم پر عمل کرنیوالے مسلمانوں کے ایمان کو مقدر کر دیا ہے اس لئے اس آیت سے قطعی طور پر وہی مراد ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ

اور مہاجرین وانصار میں سے پہلے آنے والے

الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

لوگ اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ اُنکی پیروی کی اور اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(التوبہ)

انہی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

بیشک اللہ راضی ہوا ان مومنوں سے جو آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

لہذا ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص ان کی راہ پر چلا وہ ہی حق پر رہے اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ باطل پر ہے، اور اعتقاد کے بارے میں صحابہؓ کا طریقہ اللہ کی صفات اور اس کے ان تمام اسمائے حسنیٰ پر ایمان لانا ہے جن کو اللہ نے خود اپنے لئے بیان کیا ہے اور اپنی کتاب اور رسول کی زبانی انہی ناموں سے خود کو موسوم کیا ہے۔ ان پر ہو بہو ایمان لانا ضروری ہے۔ ذرہ برابر بھی کمی زیادتی جائز نہیں نہ ان کی من مانی ایسی تغیر و تعبیر جائز ہے جو ان کے ظاہر کے خلاف پڑے نہ اللہ کی صفات کو مخلوقات کے ساتھ مشابہت دی جائے صحابہؓ نے ان کو ویسا ہی باقی رکھا جیسی وہ اللہ کی طرف سے آئی تھیں اور اس کے حقیقی علم کو اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کر دیا اور اس کے معنی کو اس کے متکلم ہی کی طرف پھیر دیا۔ بعد میں آنے والوں نے بھی پچھلوں

سے اس کو ویسا ہی حاصل کیا اور ایک نے دوسرے کو حسن اتباع ہی کی تاکید کی اور ہمیں بدعت واتباع کے طریقے پر چلنے سے منع کیا جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ

جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

(صفحہ کا حاشیہ) اس سے مُراد کیفیت اور کنہ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کا جو معنی ہے اس کا علم حاصل کرنا۔ یہ مُراد نہیں کہ اس کا علم و معنی لغت کے اعتبار سے جاننا کیونکہ وہ تو اہل سنت کے نزدیک معلوم ہے، وہ جانتے ہیں کہ سمع کا معنی بصر نہیں اور استواء کا معنی نزول نہیں اور غضب کا معنی رضا نہیں اور اسی طرح بقیہ صفات، اور وہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ان صفات کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے مجازاً نہیں۔ اس طریقہ پر جو اس کی ذات کے لائق ہے اس کے بغیر کہ اپنی صفات میں سے کسی صفت میں اپنی کسی مخلوق سے مشابہت رکھے۔ جیسا کہ امام مالک اور ان کے شیخ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہما کا ارشاد ہے " استوا معلوم نہیں اور اس کی کیفیت معقول نہیں، اور امام مالک کا ارشاد ہے " استوا معلوم ہے اور کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے"، یعنی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور امام مالک اور ان کے شیخ ائمہ سنت نے یہی سیکھا اور اس پر ان سے اتفاق کیا اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اسی پر تمام اہل سنت چلے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے قول پر عمل کرتے ہوئے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اس کے مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور اس مضمون کی جتنی آیات بھی وارد ہیں۔ سب اسی کے حکم میں ہیں۔ عبدالعزیز بن باز

نیز فرمایا:-

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (آل عمران)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقہ فرقہ ہو گئے اور دلائل آجانے کے بعد بھی اختلاف کئے ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اور اس بات کی دلیل کہ صحابۂ کرام کا مذہب وہی ہے جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے ان حضرات نے قرآن اور حدیث رسولؐ ہم تک اسطرح پہنچایا کہ وہ اس کی تصدیق بھی کرتے تھے اور ان پر ان کا ایمان بھی تھا ان عقائد کو بلا شبہ انھوں نے قبول بھی کر لیا تھا۔ ان آیات کو نازل کرنے والے اللہ کی حقانیت کے بارے میں ان کو ذرا بھی شک نہ تھا۔ ان صفات میں اُنھوں نے ذرا سی تاویل بھی نہ کی اور نہ انھوں نے ان کو مخلوقات سے تشبیہ دی۔ اگر ان میں ایسی کوئی بات بھی ہوئی ہوتی تو ہم تک ضرور پہنچتی، ان کا حال تو یہ تھا کہ جو شخص متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا یہ اُن کو ڈانٹتے تھے اور اس کے روکنے میں کبھی سخت زبانی تاکید کی، اور کبھی مار بھی دیا۔

صفات کے بارے میں امام مالکؒ کا مسلک

حضرت امام مالکؒ سے اس مسئلۂ استواء کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اپنا وہی مشہور جواب دیا اور سائل کو مجلس سے نکال دیا۔ آپ کا جواب یہ تھا۔

"استواء معلوم ہے، کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ استواء کے بارے میں امام مالک کا یہ جواب بڑا شافی وکافی ہے۔ یہ صفات مثلاً نزول[1] مجی[2] ید[3] وجہ[4] وغیرہ کے بارے میں بھی بالکل واضح اور دوٹوک ہے۔ اس روشنی میں نزول کی بابت کہا جائے گا کہ اللہ کا نزول معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی بابت سوال کرنا بدعت ہے۔ یہی بات تمام صفات کے بارے میں کہی جائے گی کیونکہ کتاب وسنت کی روشنی میں یہ تمام صفات مسئلہ استواء کے درجہ میں ہیں۔

صفات کے بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک

ربیع ابن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعیؒ سے اللہ کی صفات کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ عقل کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اللہ کی مثال بیان کر سکے اور اوہام کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اللہ کی تحدید کر سکیں اور تصور کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اللہ کی قطعیت بیان کر سکے اور نفس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس کا حقیقی تفکر کر سکے اور دلوں کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ کی گہرائی تک پہنچ سکیں اور اس کا احاطہ کر سکیں۔ اور عقل کے لئے ممکن نہیں کہ اس کو سمجھ سکے، بس اتنا ہی سمجھنا ممکن ہے جتنا اللہ نے خود اپنا بیان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کر دیا۔

---

[1] اترنا [2] آنا [3] ہاتھ [4] چہرہ

اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی فرماتے ہیں، حاملین کتاب وسنت اہل حدیث اپنے رب کا وصف وہی بیان کرتے ہیں جیساکہ اللہ کی کتاب اور اس کے اتارے ہوئے احکامات سے ثابت ہے اور صحیح احادیث جن کو ثقہ اور عادل راویوں نے نقل کیا ہے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی شہادت دی ہے نہ مخلوقات کی صفات کے ساتھ تشبیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں نہ متشابہین کی تکییف کے ساتھ کیفیت بیان کرتے ہیں۔

اللہ نے اہل سنت کو تشبیہ اور تکییف سے اپنی پناہ میں رکھا اور انھیں صفات کی فہم و معرفت عطا کر کے ان پر بڑا احسان کیا اور اس طرح وہ توحید و تنزیہ کی راہ پر چل پڑے۔ اور تعطیل و تشبیہ کا عقیدہ ترک کر دیا اور نقائص کی نفی میں اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد پر اکتفا کیا۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

اور اس قول پر لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (الاخلاص) نہ اس کی اولاد ہے۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کے ہم سر کوئی ہے۔

امام بخاری اور دوسرے ائمہ حدیث کے استاد امام حمیدی صفات الٰہی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اصول سنت یہ ہیں پھر چند اصول کا ذکر فرمانے کے بعد کہا کہ جو کچھ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے وہی اصل ہے۔ مثلاً

قَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ ۔ یہودیوں نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔

اور جیسے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان اللہ کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے۔

اور اسی جیسی دوسری آیات و احادیث کی ہم کوئی تفسیر نہیں کرتے اور جیسے وہ قرآن و حدیث میں مروی ہیں اسی طرح انھیں بیان کرتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ رحمٰن عرش پر مستوی ہے اس کے علاوہ جو بھی عقیدہ رکھے وہ جہنمی ہے۔

بس سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ صفات اپنی ظاہر پر باقی رکھی جائیں اور ان کی کیفیت سے انکار کیا جائے اس لئے کہ صفاتِ باری میں کلام، ذات باری میں کلام کی فرع ہے۔ اس طرح ذاتِ باری کا اثبات دراصل وجود باری کا اثبات ہے نہ کہ کیفیت و تشبیہ کا اثبات اور اسی عقیدہ پر تمام سلف صالحین قائم تھے۔

عقائد کے بارے میں اتنی تفصیل طالبِ حق کے لئے کافی ہے لہٰذا اسی پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

سلفِ صالحین کے جن اقوال کا ہمیں علم ہے اگر ان سب کو ذکر کرنے لگیں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی لیکن حق و صواب کے طالب کے لئے اتنا ہی کافی ہے جتنا ہم نے لکھدیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بحث و جدال کے درپے ہو تو ہماری طول بیانی اسے کچھ نفع نہیں پہونچا سکتی۔

اختلافی مسائل کا بیان

شیخ نے جن مسائل کیطرف لوگوں کو دعوت دی ہے اور جن کے بارے میں شیخ اور عوام کے درمیان اختلاف پڑا ان میں سب سے اہم توحید کا مسئلہ تھا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ — ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ وہ لوگوں سے کہیں کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔

عام نجدیوں کا حال یہ تھا کہ وہ انبیاء وصالحین کی قبروں اور غاروں اور درختوں کی طرف جھکے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ نذر، قسم، استعانت وغیرہ کیا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں اللہ کے لئے حلال تھیں۔ شیخ نے ان باتوں کی سخت مخالفت کی اور بتایا کہ بندگی تو صرف اللہ کی اطاعت کا نام ہے اور عبادت ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند کریں اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، نذر، ذبیحہ طواف اور استعانت یہ سب چیزیں خدائے واحد کے لئے خاص ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی کو غیر اللہ کے لئے کرے گا مشرک ٹھہرے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

---

[1] مزید برآں اُن کی نمازوں میں سُستی زکوٰۃ نہ دینا اور طاغوت کو حاکم بنانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک وغیرہ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے، سبق عنوان "دعوت سے قبل نجد کی حالت"

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ

اور جو شخص اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو بھی پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ایسوں کا حساب تو ان کے رب ہی کے پاس ہوگا جو ان کافروں کو کامیاب نہ کرے گا۔

کچھ لوگوں نے شیخ کی دعوت قبول کی اور برضا و رغبت گلے سے لگایا۔ لیکن مقلدین اور آبار پرست اور رسوم وعادات کے غلام لوگوں کی اکثریت نے آپ کی مخالفت کی کیوں کہ یہ خرافات تمام دیہاتوں اور شہروں میں پھیلی ہوئی تھیں اور علمار نے اس پر سکوت اختیار کر رکھا تھا۔

وسیلہ :- وسیلہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو مطلوب و مرغوب ہے یعنی ایمان اسمائے حسنیٰ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ وسیلہ تلاش کرنا جیسے کہ غار میں چھپے تین شخصوں نے اللہ سے اپنے اعمال صالحہ کا وسیلہ لے کر اللہ سے دعا کی تھی اور اللہ نے ان کی مشکل آسان کر دی تھی۔

وسیلہ کی دوسری قسم بدعت و ضلالت ہے یعنی صالحین کی ذات کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنا۔ مثلاً اس طرح کہنا " اے اللہ رسول اللہ کے رتبہ کے طفیل، فلاں صالح

---

[1] "حدیث الثلاثہ"، اسکو بخاری مسلم اور ابوداؤد نے روایت کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں میں سے ایک نے اپنی پاکدامنی کا وسیلہ لیا دوسرے نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اور تیسرے نے اپنے مزدور کی تھوڑی سی مزدوری کو بڑھا کے کثیر مال بنانے کو وسیلہ بنایا اور بلاشبہہ یہ تینوں ہی عظیم اعمال صالحہ تھے۔

کی حرمت کے طفیل، انبیاء و مرسلین کے طفیل، اولیاء و صالحین کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

شیخ نے توسل کی دوسری قسم سے لوگوں کو روکا کیونکہ اس قسم کا توسل نہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے نہ اصحاب کرام سے نیز وسیلہ چونکہ دعا، اور عبادت ہے اس لئے اللہ کی عبادت مشروع طریقے پر ہی قبول ہو گی۔

وسیلہ کو جائز سمجھنے والے قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ — ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

حالانکہ یہ آیت اُن کے دعویٰ کی دلیل کسی طرح نہیں بن سکتی۔ کیونکہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیت میں وسیلہ کا مطلب اعمال صالحہ ہے نہ کہ اولیاء و صالحین۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اپنے صالح اعمال کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو۔

اسی طرح لوگ وسیلہ کے جواز میں اس موضوع حدیث کا بھی سہارا لیتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے جب خطا ہوئی تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا۔ اسی طرح "حدیث الاعمیٰ" و حدیث فاطمہ بنت اسد جیسی ضعیف حدیثوں کو بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن اتنے اہم مسئلہ میں موضوع و ضعیف حدیثوں کو کیسے حُجّت مانا جا سکتا ہے۔

مقامات مقدسہ کی طرف سفر کرنیکی ممانعت | شیخ نے حدیث کے مطابق مسجد الحرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے علاوہ دوسری مساجد کی زیارت کے لئے سفر کرنے سے منع کیا۔ شیخ سے قبل دوسرے مشہور ائمہ اسلام نے بھی اس کی ممانعت کی ہے۔ مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن قیم، علامہ جوینی شافعی اور قاضی عیاض مالکی وغیرہ اور ان خرافات کے قائلین کے پاس کوئی ایسی آیت یا دلیل موجود نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے۔

قبروں پر عمارت بنوانا، چراغ جلانا، چادر چڑھانا وغیرہ | شیخ نے قبروں پر عمارت بنوانے، چادر چڑھانے، ان پر پردہ لٹکانے، چراغاں کرنے، ان پر لکھو لنے ان کے ارد گرد مجاوروں کو کھڑا رہنے کی اور ان کی شرکیہ زیارت کی سخت ممانعت کی جن سے کہ بہت سارے فسادات پیدا ہوتے ہیں، جیسے قبر کا چھونا۔ اس کے ارد گرد طواف کرنا اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اور مردے سے نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کی دعا کرنا وغیرہ۔

شیخ نے اس کو روکنے اور اس کو حرام کرنے میں صحیح دلائل اور ان احادیث سے استدلال کیا۔ جن کو بخاری و مسلم وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ مثلاً

لعن اللہ زائرت القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج	اللہ لعنت فرمائے قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر اور ان پر جو قبروں کو مسجدہ گاہ بناتے اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم مساجد الخ

تم سے پہلے گذرنے والے لوگ انبیار کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔

شیخ نے ان مضبوط قبروں کو گرا دینے کا حکم دیا۔ آپ کا یہ حکم صحیح احادیث کی اتباع کے پیش نظر تھا۔ مثلاً حدیث ابوالہیاج اسدی جن سے حضرت علی رضؓ نے کہا تھا کہ میں تمکو اس مشن پہ بھیجتا ہوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بھیجا تھا کہ تم کسی مجسمہ کو پاؤ تو اس کو مٹا دو اور ابھری ہوئی قبر کو پاؤ تو گرا دو۔ مذاہب اربعہ کے فقہار وغیرہ نے بھی شیخ سے قبل ان بدعات کو روکا اور ان کو حرام کہا ہے اور بعض نے ان کو کراہت سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن کراہت کا مطلب بھی کتاب و سنت میں حرام ہی ہوتا ہے نہ کہ صرف احتراز۔

کراہت کا یہ معنی کہ اس کو کرنے والے کو نہ ثواب ملتا ہے اور نہ اس کے ترک کرنے والے کو گناہ ہوتا ہے تو یہ معنیٰ من گھڑت ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح بعض فقہار کے اس قول کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ اگر قبر کسی نشیبی جگہ پر ہو اور زمین مردے کے لئے تنگ پڑتی ہو اور وہ زمین صاحب قبر کی ہو تو اس پر عمارت بنانی مکروہ ہے۔ ہم نے یہ باتیں اس لئے کہیں کہ جن احادیث میں قبروں پر عمارت بنانے کی حرمت اور ان عمارتوں کو ڈھانے کا حکم ہے وہ احادیث عام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات مروی نہیں، جو اس عمومی حکم کو خاص کرتی ہو اور زمین کی تنگی کی حرمت

بھی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ عمارت بنانے کی حرمت کی یہ وجہ صاف ہے کہ یہ عمارات ان مدفون مردوں کی عظمت اور اللہ کے سوا ان سے دعا مانگنے کا سبب بنتی ہیں۔ اور یہ ایک مشاہدے اور تجربہ میں آئی ہوئی چیز ہے جس میں کسی بحث ومباحثہ کی حاجت نہیں۔

توحید اسماء وصفات پہلے گذر چکا ہے کہ سلف صالحین صحابہ کرام تابعین ائمہ اربعہ ان سب کا یہی عقیدہ تھا کہ اسمائے الٰہی اور صفاتِ الٰہی بغیر کسی تمثیل اور کیفیت کے اپنے محل پر باقی رکھے جائیں اور یہی عقیدہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا بھی تھا لیکن مخالفین کے لئے یہ اعتقاد راس نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ وہ ان اسماء اور صفات میں تاویل کرتے تھے اور جہم بن صفوان اور جعد بن درہم کے مقلد تھے اور ایسے فلسفہ سے چمٹے ہوئے تھے۔ جو آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اعتقادات صحابہ و تابعین، ائمہ ہدیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے میل نہیں کھاتے۔

بدعات کا انکار شیخ نے فروعی بدعات ومحدثات کا انکار کیا۔ جیسے میلاد نبوی کی محفلوں اور اذان سے قبل تذکیر اور اذان کے بعد رسول اللہ صلعم پر آوازہ بلند درود بھیجنا اور لفظوں کے ساتھ نیت کا ادا کرنا۔ اور خطیب کے منبر پر چڑھتے وقت ابوہریرہ والی حدیث کو پڑھنا۔ اسی طرح بدعتی صوفیا کے طریقوں کی مخالفت کی۔

غرض ان تمام بدعات کا رد کیا جن کا استحباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام سے وارد نہیں۔ اور شیخ سے پہلے بھی ان بدعات ومحدثات کے رد میں علمائے کرام نے

کتابیں لکھی ہیں جیسے ابن وضاح، طرطوشی اور شاطبی وغیرہ نے۔

مخالفین کے بے بنیاد الزامات اور وہابیت کا لقب:۔ اہل نجد اور اطراف کے لوگ شرک و بدعات اوہام اور خرافات میں بالکل ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ عقائد ان کو باپ دادا سے ورثہ میں ملے تھے۔ اس میں وہ پلے بڑھے تھے۔ جب شیخ نے ان کو ان سب سے روکنا شروع کیا، اور ان خرافات کی حقیقت ان پر واضح کر دی اور علماء و عوام جو بھی ان میں ملوث تھے ان کو جاہل و مشرک بنانا شروع کیا تو علماء کی حمیت جاہلیت کی رگ پھڑکی اور انھوں نے سوچا کہ اگر ہم نے شیخ کی دعوت قبول کر لی تو عوام میں ہماری پوزیشن خراب ہو جائے گی اور لوگ کہیں گے کہ یہ علم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تدریس و فتاویٰ کے مراتب پر فائز تھے۔ خود کو راہِ حق کا ہادی کہتے تھے اور اب حضرت شیخ کی دعوت کی اشاعت کے بعد ان کی جہالت و بدعقیدگی کھل گئی اور یہ نرے جاہل ہیں شیطان نے یہی سب باتیں ان کے دلوں میں ڈالیں اور انھیں اعزاز اور اعلیٰ منصب کی محبت کی طرف کھینچا۔ بالآخر حق کے مقابلے میں وہ اکڑ گئے اور لایعنی بحث و جدال کے ہتھیار سے لیس ہو گئے اور عوام میں یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ شیخ کے عقائد غلط اور عامۃ المسلمین کے بالکل خلاف ہیں۔ نیز شیخ اولیاء و بزرگان دین کی تنقیص کرتے ہیں لہٰذا ان کی پیروی کے بجائے ان کو ڈانٹنا اور بھگانا چاہیئے۔ اس طرح انھوں نے پھسپھسے دلائل اور خود ساختہ شبہات کا سہارا لے کر شیخ کا مقابلہ کیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے شیخ کی مدد کی اور مضبوط دلائل آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ

کے ذریعہ ان پر حجت قائم کردی جیسا کہ حضرت شیخ ان کی اولاد اور اس دعوت کے علمبردار علمار کی کتابیں اس کی شاہد عدل ہیں جس سے ان شبہات واباطیل کی قلعی کھُل جاتی ہے۔

جب یہ لوگ علمی دلائل کے میدان میں شکست کھا گئے تو ہار مان لینے کے بجائے شیخ کی دعوت کی راہ میں حائل ہوگئے اور ظلم و جنگ پر اُتر آئے۔

شیخ نے بھی امیر محمد بن سعود کی سرپرستی و پناہ میں جس دعوت کو شروع کیا تھا۔ اس کی خاطر ان کا مقابلہ کیا۔ اسی طرح شیخ اور ان کے درمیان شدید جنگ چھڑ گئی۔ لیکن جس طرح علمی میدان میں دشمن شکست کھا کر خالی ہاتھ بھاگے تھے اسی طرح میدان جنگ میں بھی ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور فتح و نصرت شیخ کے قدم چومتی رہی۔

دعوت کی مخالفت کے لئے جب کوئی ہتھیار نہ رہ گیا تو انھوں نے شیخ کو بدنام کرنے کی ایک نئی ترکیب یہ سوچی کہ اُن پر بے بنیاد الزامات اور جھوٹے اتہامات لگانا شروع کردیا اور کچھ نے ترکوں اور حجاز میں اشراف کو بھی لکھا کہ یہ شیخ بدعتی ہے اور یہ پانچویں مذہب کا قائل ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین سے محبت نہیں رکھتا اور قبر نبوی کی زیارت سے روکتا ہے اور اپنے متبعین کے سوا باقی سب لوگوں کو کافر کہتا ہے اور مذاہب اربعہ پر اعتقاد نہیں رکھتا اور فقہار کی کتابوں کو برباد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور رسول اللہ صلعم پر درود و سلام سے بھی روکتا ہے۔ بلکہ اس نے "دلائل الخیرات" کو بھی جلادیا ہے۔ اور یہ سعودی عوام کے عقائد خراب کر رہے ہیں اور عوام کو ان کے موروثی اور باپ دادا کے دین سے ہٹا رہے ہیں۔ اور شعائر

دین کی تحقیر کرتے ہیں۔ مشائخ اور ان اولیائے کرام کے قبّوں کو منہدم کرتے ہیں جنکی تعظیم اور ان سے اس طرح کی برکت حاصل کرنے پر نسلہا نسل کا اتفاق رہا ہے۔

ان ظالموں کی سرکوبی سے اگر حکومت خاموش رہ گئی تو مسلمانوں کے دل سے حکومت کا رعب و دبدبہ جاتا رہے گا اور اس کی حیثیت عوام میں گھٹ جائیگی اور وہ آئندہ ان کے بالمقابل دعویٰ خلافت کی مستحق نہ رہ جائے گی۔ شیخ کے مخالفین عثمانی سلطنت سے مسلسل قوت و فوج کی مدد لیتے رہے اور سلاطین و قاضیوں کو مختلف قسم کے مکر و فریب سے یہ باور کراتے رہے کہ سلطنت عثمانیہ ہی دراصل حرمین شریفین اور اسلام کی حامی و محافظ ہے۔ اور انھوں نے صدر حکومت کو شیخ کی دعوت کے خلاف خوب بھڑکایا۔ اور اس دعوت حق کے صاف ستھرے چہرے کو اپنے کذب و بہتان کے داغ سے داغدار کر کے پیش کیا۔ یہ جھوٹا پروپیگنڈہ اتنا عام ہوا اور بیحیائی و بے ایمانی اس حد تک پہنچ گئی کہ لوگ یہ تک کہنے لگے کہ سعودی نجدی لوگ اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ کے بجائے صرف محمد رسول اللہ ہی کہتے ہیں۔

کتاب جزیرہ عرب بیسوی صدی میں" کے مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے نجد میں سُنا ہے کہ شمالی نجد کے حکام آلِ سعود کے ساتھ اپنی جنگ کے دوران ترکوں اور سعودیوں سے نفرت دلانے کے لئے لکھا کرتے تھے کہ سعودی اپنے جھنڈے میں لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ میں محمد کا لفظ بغیر میم کے لکھتے ہیں تاکہ ترک اس پروپیگنڈے سے بھڑک اٹھیں حالانکہ وہ خود سمجھتے تھے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

یہ مخالفین ترکوں اور اُن کے شیخ الاسلام نیز فوج کے سرداروں سے برابر مدد لیتے رہے یہاں تک کہ سلطنت عثمانیہ ان بہتان تراشوں کے فریب میں آگئی اور جب شیخ کی دعوت نجد و عمان تک پہنچ گئی اور آل سعود کی حکومت مضبوط ہوگئی اور سعودی حکومت کے اثرات نجد سے عمان تک پھیل گئے اور شام و عراق سے اس کی ٹکر ہونے لگی اور ترکوں کو بلاد عرب سے اپنے سامراجی نظام کے چل چلاؤ کا خوف ہوا اور خصوصاً جب ۱۲۱۸ھ میں آلِ سعود نے مکہ مکرمہ بھی فتح کر لیا تو انھوں نے سیاسی ڈپلومیسی اختیار کی اور جب شیخ اُن کے اتباع کے خلاف قلم و خنجر دونوں ہی سے مسلح ہوکر میدان میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قلم سے تو انھوں نے اس طرح مدد لی کہ کم علم دنیا پرست علماء کو خرید کر شیخ کی دعوت کے خلاف جھوٹا پروپگنڈہ کرنے پر لگا دیا۔

اور خنجر سے اس طرح کہ سلطنت عثمانیہ نے اپنے مصر کے گورنر محمد علی پاشا کو حکم دیا کہ نجدیوں کی سرکوبی کے لئے جرار لشکر تیار کیا جائے۔ محمد علی پاشا نے سرکاری حکم کو سر آنکھوں پر رکھا اور اپنے بیٹے توسون اور ابراہیم کی قیادت میں ایک عظیم لشکر تیار کیا اور ۱۲۲۶ھ میں نجدیوں سے جنگ چھیڑ دی ترکی فوج بار بار شکست کھاتی رہی البتہ آخیر میں ۱۲۳۳ھ میں اس کو سعودیوں پر فتح ہوئی۔

حجاز کے شریف ترکوں سے پہلے اپنے سیاسی چالوں سے سعودیوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور سعودی حکومت اور اس سلفی دعوت کے خلاف شدید جنگ شروع کر رکھی تھی لیکن انھیں شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا اور مکہ پر سعودیوں کی فتح مکمل

ہو گئی۔ آل سعود کے مکہ پر قبضہ سے قبل اور ان کے مکہ سے خروج کے بعد یہ مسلسل صریح اتہامات اور جھوٹے پروپیگنڈوں سے نبرد آزما رہے اور اپنے کچھ علماء کو شیخ اور ان کے متبعین کی دعوت کے خلاف کتابیں لکھنے پر ابھارا کرتے تھے اور ترکوں اور شریفوں کے وظیفہ خوار علماء نے ایسی کتابیں لکھیں جنہیں شیخ کی دعوت کے خلاف جھوٹی من گھڑت موضوع وضعیف حدیثیں اور بے بنیاد حکایات بھر ڈالیں اور یہ دعوی کیا کہ شیخ بدعتی اور خارجی ہیں۔

چنانچہ زینی دحلان نے اپنی کتاب الدرر السنیہ اور الفتوحات الاسلامیہ میں خوارج کی بابت احادیث کو حضرت شیخ اور اُن کے متبعین پر چسپاں کیا تاکہ عوام شیخ کی دعوت اور ان کے مسلک صحیح کو قبول کرنے سے بدک جائیں گے۔

وہابیت کا طعنہ[1] ترکوں اور شریفوں کے پروپیگنڈہ کا ایک خاص جزو شیخ کے متبعین کو وہابیت کے لقب سے پکارنا بھی تھا۔ وہابیت کا مطلب اُن کے نزدیک یہ تھا کہ وہابی مذہب معین سے خارج ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سے محروم ہیں۔ بخدا اس بارے میں کتنا جھوٹ بول گئے وہ۔ وہابیت کا چرچا کرکے وہ لوگوں کو شیخ کی دعوت سے روکنا چاہتے تھے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح سعودیوں

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کو "وہابیت" کے نام سے موسوم کرنا اصلاً غلط ہے کیونکہ شیخ کا نام تو محمد تھا اس لئے تحریک کا نام "محمدیہ" ہونا چاہئے تھا۔ عبدالوہاب تو شیخ کے والد کا نام تھا۔ اہل نجد اس کو نہیں جانتے۔ کیونکہ یہ بیرونی لقب تھا۔

کا اثر و نفوذ کم ہوگا اور ترکوں و شریفیوں کا غلبہ نجد و حجاز میں باقی رہ سکے گا۔

لیکن اللہ نے ان کی سازش انہی کے منہ پر مار دی اور نتیجہ ان کی منشا کے خلاف ظاہر ہوا۔ اور شیخ کی دعوت تمام اطراف میں خوب پھیل گئی اور لوگ اس کی حقیقت و حقانیت کو اچھی طرح جان گئے۔ اور یہ واضح ہوگیا کہ یہ دعوت کتاب و سنت کی صحیح آواز ہے جس کی وجہ سے ہزارہا ہزار لوگوں نے دعوت قبول کرلی اور اس کی تائید میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور اب تک سورج و چاند کی رفتار اور رات دن کی آمد و رفت کے ساتھ شیخ کی دعوت کا اثر و رسوخ و غلبہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

جب کہ ترکوں اور شریفیوں کا خاتمہ ہوگیا اور اللہ نے سعودیوں کو امیر عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن آلِ فیصل مرحوم کی قیادت میں دوبارہ اقتدار اور قوت عطا فرمادی اور سلطنت کا دائرہ نجد و حجاز تک پھیل گیا اور عوام پر ان پروپیگنڈہ بازوں کا جھوٹ کھل گیا "وھابی" کا لقب مخالفین نے اس پروپیگنڈہ کے لئے مشہور کیا تھا کہ یہ لوگ بدعتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتے۔ لیکن اس شر سے اللہ نے خیر پیدا کیا اور یہی لقب اب ان لوگوں کے لئے مشہور ہوگیا ہے جو کتاب و سنت کے داعی ہیں اور تمام امور دینیہ میں کتاب و سنت کو دلیل و حجت مانتے ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں اور بدعات و خرافات سے جنگ کرتے ہیں اور مذہب سلف کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب کسی بھی بدعت اور منکر بات کی تردید کیجائے تو لوگ اس کو وہابی کا لقب دیتے ہیں۔ اس طرح وہابی کا لقب کتاب و سنت کے متبعین و

مسلک سلف و توحید الوہیت کے علمبرداروں کی پہچان بن گیا ہے اور یہ لقب ان کے فخر و شرف کے لئے کافی ہے۔

وہابیت کے بارے میں شیخ عمران کا قصیدہ

(۱) اگر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو وہابی ہے تو مجھے اقرار ہے کہ میں بھی وہابی ہوں۔

(۲) میں اللہ سے شریک کو دور کرتا ہوں پس اللہ اکیلے وہاب کے سوا میرا کوئی رب نہیں

(۳) نہ کسی قبے سے کوئی امید باندھی جائے نہ بت سے نہ قبر سے نہ اور کسی اسباب میں سے کسی سبب سے

(۴) نیز میں تعویذ بھی نہیں لٹکاتا نہ زنجیر نہ گھونگھے نہ دانت

(۵) ان چیزوں سے نہ نفع کی امید نہ مصیبت دور کرنے کی نیت ہے۔ کیونکہ صرف اللہ ہی مجھے نفع دیتا ہے اور مصیبت دور کرتا ہے۔

ان مدعیانِ علم نے وہ کتابیں لکھیں جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور خود کو ان علمائے ماہرین کے روپ میں پیش کیا جو اسلام کے بڑے غیور داعی تھے اور رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام و اولیائے کرام کے محب و شیدائی اور ان کے حامی تھے۔ لیکن فی الحقیقت ان کی یہ ساری جد و جہد اپنی حرص و خواہشات کے لئے تھی۔ یہ عوام پر اپنی سرداری و لیڈری کے متمنی تھے۔ اور وہ ترکی و شریفی حکام کا تقرب اور ان سے چند سکوں کے امیدوار تھے۔ لیکن وہ اپنی اس اسکیم میں بری طرح فیل ہوئے اور انھیں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کی سب کتابیں ردی کے بھاؤ رہ گئیں جنھیں اب چند قبر پرستوں کے سوا

کوئی جانتا بھی نہیں۔ دوسری طرف شیخ کی جانب سے عوام کا ذہن صاف ہوا اور ہر طرف لوگ جان گئے کہ شیخ کے یہ مخالفین نرے دجال اور علم و تحقیق سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

اگر آپ میری بات کی تصدیق چاہتے ہیں تو آپ کو زینی دحلان کی "الدرر السنیۃ" اور اس کا جواب "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان اور نبہانی کی "شواہد الحق" کے جواب میں شیخ محمود آلوسی شکری کا جواب" غایۃ الامانی" کا مطالعہ کرنا چاہئے نیز تاریخ نجد پر لکھی ہوئی ان کتابوں کو بھی پڑھنا چاہئے جو مسلم اور یوروپین غیر مسلم مصنفین کی لکھی ہوئی ہیں۔

وہ اسباب جو عوام میں شیخ اور انکے متبعین کیخلاف نفرت کا باعث ہوئے

ترکوں کی مخالفت حضرت شیخ کے عہد میں ترکوں کی خلافت ہی پر عامۃ المسلمین کی نظر تھی کیوں کہ خلافت کے نام سے مشہور تھی نیز دینِ اسلام کی مدد اور شریعت محمدیہ کی حمایت اور کفار و مشرکین کے ساتھ جنگ ہی کے لئے قائم کی گئی تھی۔ عوام نے دیکھا کہ ایسی مقبول اسلامی خلافت جب شیخ نجد کی اس اسلامی تحریک کے خلاف صف آرا ہے بلکہ ان لوگوں نے آلِ سعود کے مقابلے کے لئے اپنی فوجیں بھیجی ہیں۔ تو ضرور وہ تحریک غلط ہے۔

علماء کی مخالفت عوام اپنے علماء سے شیخ اور ان کی دعوت کی مذمت ہی سنا کرتے تھے۔ اور چونکہ چھوٹے علماء عام طور پر ان بڑے علماء کے پیرو تھے جنھوں نے حضرت شیخ کی مخالفت کا بیڑہ اٹھایا تھا۔

حجاج میں پروپیگنڈہ حجاج جب مکہ آتے تو مدینہ اور حجاز کے علماء اور اشراف سے

شیخ کی مخالفت اور مذمت ہی سُنا کرتے چونکہ عام مسلمان مکہ اور مدینہ کے علمار کا بڑا احترام کرتے تھے اس لئے جب ان علمار کی زبانی سنتے کہ شیخ اور اُن کے متبعین اولیاء وصالحین کا احترام نہیں کرتے تھے اور یہ لوگ قبوں کو منہدم کرتے ہیں اور قبروں کی زیارت سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے ایک آدمی کی لاٹھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہے۔ اوران کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا بھی محبت نہیں بلکہ آپ کی قبر کی زیارت سے بھی منع کرتے ہیں۔ یہ وہ اسباب تھے جن کی بنا پر عوام میں شیخ اور ان کے متبعین کے متعلق غلط خیالات پیدا ہو گئے تھے اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ شیخ اور ان کے متبعین حق پر نہیں ہیں۔ لیکن یہ سب پروپیگنڈے تاریخ کی بھولی بسری یاد بن گئے اور اب حقیقت حال واضح ہو کر سامنے آچکی ہے اور عوام شیخ کے خلاف ان مکروہ الزامات کے بے سروپا ہونے کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔

اگر ان مخالفین اور فریب خوردہ لوگو کو علم وعقل سے ذرا بھی واسطہ ہوتا تو وہ شیخ اوران کے متبعین کی سیرت نیز ان کی کتابوں سے سمجھ جاتے کہ شیخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے اور وہ آپ کی پوری تعظیم کرتے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ شیخ اوران کے متبعین نے قرآن وسنت کو تمام امور میں فیصلہ کن حیثیت دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے نکلنے کی کسی کو اجازت نہیں دی ہے۔

کسی نے بھی خواہ کتنی ہی چھوٹی بدعت کیوں نہ کی ہو اس سے انھوں سے

روکا اور کہا خواہ کوئی بھی ہو اگر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف کوئی کام کیا تو اس کا وہ کام اسی پر مار دیا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد — جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا معاملا نہیں تو وہ کام اسی پر مار دیا جائے گا۔

سوچئے کہ حضرت شیخ اور ان کے متبعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت تھی یا ان لوگوں کو، جو زبان سے تو محبت کے دعویدار تھے اور شانِ رسول میں مدحیہ قصائد پیش کرنے کے عادی تھے اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ دینے سے محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن ان کی دو رنگی کا یہ حال تھا کہ حُبِّ نبوی کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی بدعات و خرافات کے مرتکب تھے اور سنت مطہرہ کو بالکل ہی نظر انداز کر رکھا تھا اور قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں وضعی قوانین اور اپنی رایوں کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ دونوں فریق میں سے حق پر کون تھا۔

شیخ کی تحریک کے متعلق اُن کے صاحبزادے کا مفصّل بیان[1]

۱۲۱۸ھ میں جب امام سعود مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو لوگوں نے امام کے عقائد و اعمال کی بابت شیخ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ بن محمد سے سوال کیا جس کا جواب انھوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ دیا۔

---

[1] منقول از الہدیۃ السنیہ للشیخ سلیمان بن سحمان۔

"ہم موحد غازیوں کی جماعت کو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے یوم سنیچر ۸ محرم الحرام ۱۲۱۸ھ کو مکہ معظمہ میں داخلہ کی عزت بخشی۔ مکہ کے اشراف علماء اور عوام نے غازیوں کے امیر سعود سے امان طلب کی۔ حالانکہ ان لوگوں نے امرائے حجاج اور امیر مکہ سے مل کر امیر سعود سے جنگ کرنے پر اتفاق کر رکھا تھا۔ اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ حرم پاک میں مقیم ہو کر امیر سعود کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ لیکن جب موحدین کا لشکر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان بزدلوں کے دلوں میں موحدین کا رعب ڈال دیا اور وہ بالکل تتر بتر ہو گئے۔ ہر شخص راہِ فرار ہی کو غنیمت سمجھتا تھا اور امیر سعود نے حرم میں موجود سب کو امان دے دی۔ الحمد للہ ہم سب حرم پاک میں امن و امان کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے داخل ہو گئے۔ عمرہ کے بعد ہم میں سے کچھ اپنے سروں کے بالوں کو منڈوا رہے تھے اور کچھ کترو ا رہے تھے۔ ہمیں یوم جزاء کے مالک اللہ کے سوا کسی کا بھی خوف نہ تھا۔ موحدین کا لشکر حرم میں داخل ہوا۔ وہ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود نظم و ضبط کا پابند تھا نہ ہی حدود حرم میں کسی درخت کو کاٹا نہ کسی شکار کو بھڑکایا اور ہدی اور مشروع جانور کے سوا نہ کسی کا خون بہایا۔

جب ہم عمرہ سے فارغ ہو گئے تو یکشنبہ کی صبح کو ہم نے سب لوگوں کو جمع کیا اور علماء سے خطاب کر کے کہا کہ ہم جس چیز کا عوام سے مطالبہ کر رہے ہیں اور جس کی خاطر ہم نے جہاد شروع کر رکھا ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے خالص توحید کا اقرار۔ اور توحید کے تمام انواع کا صحیح تعارف اور امیر سے صاف صاف کہا کہ ہمارا اختلاف صرف

دو باتوں میں ہے۔ اوّل اللہ واحد کی توحید اور عبادت کے اقسام کی پہچان جس میں دعا بھی شامل ہے اور اس شرک کے معنی کی تحقیق جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے جہاد کیا تھا۔ اور نبوت کے بعد اور اسلام کے بقیہ چاروں ارکان کے نزول سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت شرک کی مذمت پر ہی جمی رہی۔

دوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس کا اب لوگوں میں صرف نام ہی باقی رہ گیا تھا، ورنہ اثر و نشان تو اس کا بالکل اُٹھ چکا تھا۔ سب نے ہماری کوششوں کی مکمل طور پر تائید و توثیق کی اور کتاب و سنت پر عمل کے لئے امیر سے سب نے بیعت کر لی امیر نے سب کی بیعت قبول کی اور سب کو معاف کر دیا۔ ان میں سے کسی کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچ سکی۔ امیر نے سب کے ساتھ انتہائی نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیا اور علماء کے ساتھ تو خاص طور سے حسنِ سلوک سے پیش آیا۔ اور اُن کو اجتماعی اور انفرادی دونوں حالتوں میں ہمارے مسلک کو پیش کیا۔ علماء سے وعظ و نصیحت علمی مذاکرے اور اظہار حق کی درخواست کی ہم نے بھی ان علماء سے کہدیا کہ امیر نے اس بات کی تشریح کر دی کہ ہم ان کی باتوں کو جو کتاب و سنت کے موافق ہوں گی جن کی اتباع کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ یعنی میری سُنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا۔ نیز ائمہ مجتہدین اور تیسری صدی تک جن لوگوں نے علم سیکھا سب کے ہم موافق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر ان کا جو میرے بعد ہیں پھر اُنکا

جو اُن کے بعد ہیں۔ اور ہم نے ان کو بتایا کہ حق جہاں ہوگا، وہیں ہم اس کے ساتھ ہونگے اور واضح دلائل ہی پر ہم عمل کی بنیاد رکھیں گے اور پچھلوں کی مخالفت کی ذرا بھی پروا نہ کریں گے۔ ہماری ان باتوں کا علماء نے بُرا نہ مانا۔

شیخ عبداللہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ فروعی مسائل میں ہم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید پر ہم اعتراض نہیں کرتے لیکن ان کے علاوہ کی تقلید کے ہم مخالف ہیں کیونکہ دوسروں کے مذاہب صحیح نہیں ہیں۔ جیسے روافض، زیدی، امامیہ وغیرہم۔ ان مذاہب فاسدہ میں سے کسی کا بھی ہم اقرار نہیں کرتے بلکہ ان کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید پر ہم مجبور کرتے ہیں اور خود کو درجۂ اجتہاد کا مستحق بھی نہیں سمجھتے اور ہم میں سے کوئی اس کا مدعی بھی نہیں۔ سوائے ان چند مسائل کے اور وہ بھی اسوقت جب کتاب اللہ کی نص جلی یا غیر منسوخ سنت پر مبنی ہو جو مخصوص بھی نہ ہو اور راپنے سے قوی حدیث سے ٹکراتی بھی نہ ہو۔ اور ائمہ اربعہ میں سے کوئی اس کا قائل بھی ہو تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور مذہب معین کو ترک کر دیتے ہیں۔ جیسے نماز کے امام کا مسئلہ کہ ہم حنفی[۱] اور مالکی امام کو اطمینان کی پابندی اور اعتدال اور دونوں سجدوں کے درمیان

---

[۱] احناف تو طمانینۃ (اطمینان حاصل کرنا) کو نماز کا رکن نہیں سمجھتے لیکن مالکیہ، شافعیہ حنابلہ کیطرح رکوع میں طمانینۃ کے قائل ہیں اور اعتدال اور سجود اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنا نماز کا رکن سمجھتے ہیں اور مالکیہ نماز کے فرائض میں شافعیہ اور حنابلہ سے بہت کم اختلاف رکھتے ہیں۔ البتہ احناف، فرائض صلوٰۃ میں مذاہب کے نزدیک لکھے ہوئے فرائض میں سے صرف چھ[۶] کا اعتبار کرتے ہیں اور وہ نیت، تکبیر تحریمہ، قرأۃ (اگرچہ بغیر سورہ فاتحہ کے) رکوع سجدے اور آخری تشہد۔

بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ اس کے دلائل واضح ہیں لیکن شافعی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے وقت سر کے ساتھ پڑھنے کی تاکید نہیں کرتے اس لئے کہ دونوں مسائل میں بڑا فرق ہے اگر کسی مسئلہ میں قوی دلیل مل جائے تو ہم اسی پر عمل کرتے ہیں خواہ ہمیں کسی مذہب معین کی مخالفت ہی کرنی پڑے لیکن ایسا کم ہوا ہے۔ اس وقت ہم مذہب معین کی مخالفت کرتے ہیں۔ البتہ کچھ مسائل میں ہم اجتہاد کرنے سے اور کچھ میں نہیں کرنے سے روکتے ہیں، ہاں ہم اجتہاد مطلق کی نفی کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کرتے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے کچھ علماء بعض اجتہادی مسائل میں اپنی منفرد رائے رکھتے ہیں اور وہ اپنے تقلیدی مسلک سے مخالفت کرتے ہیں، نیز کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے ہم متداول تفاسیر مثلاً ابن جریر، ابن کثیر، بغوی، بیضاوی، خازن، حداد جلالین وغیرہ سے بھی مدد لیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث کو سمجھنے کے لئے مشہور شارحین حدیث مثلاً عسقلانی قسطلانی، شارحین بخاری نووی شارح مسلم ومناوی شارح جامع صغیر وغیرہ سے مدد لیتے ہیں۔

ہم حدیث کی کتابوں کے زیادہ شائق ہیں خصوصاً صحاح ستہ، اور ان کی شرحوں کے اور تمام فنون کی کتابوں پر پوری توجہ رکھتے ہیں۔ اصول وفروع قواعد وسیر نحو وصرف اور تمام علوم کا ہمیں خاص ذوق ہے۔ ان مولفات میں سے کسی کے ضائع کرنے کا ہم ہرگز حکم نہیں دیتے۔ سوائے ان کتابوں کے جو شرک کا پروپیگنڈہ کرتی ہیں جیسے روض الریاحین یا ایسی کتابیں جن سے عقائد میں خلل پڑتا ہے۔ مثلاً علم منطق اس لئے کہ اس کو علماء کی ایک جماعت نے حرام قرار دیا ہے۔ پھر بھی ہم ان جیسی باتوں کی کرید میں نہیں لگتے لیکن اگر

معانداس سے برتری چاہتا ہو تو اس کی پوری طرح مخالفت کرتے ہیں۔

بعض بدویوں کی طرف سے طائف والوں کی کچھ کتابوں کے برباد کرنے کا جو اتفاقی حادثہ پیش آیا تو وہ صرف جہلاء کا کام تھا اور اس پر انہیں اچھی طرح ڈانٹ پھٹکار دیا گیا۔

ہم عربوں کو غلام بنانے کے ہرگز قائل نہیں۔ نہ ہم کبھی آئندہ ایسا کر سکتے ہیں ہم تو خود غیر عربوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اسی طرح بچوں اور عورتوں کے قتل کو ہم جائز نہیں سمجھتے البتہ حق کو چھپانے اور خلق خدا کو بہکانے کی غرض سے ہم پر حسب ذیل الزامات کہ

۱۔ ہم قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔

۲۔ احادیث میں سے صرف وہ حدیثیں لیتے ہیں جو ہمارے مسلک کے موافق ہیں۔ نہ ہم ان کی شرحوں کو دیکھتے نہ کسی استاذ حدیث پر اعتماد رکھتے ہیں۔

۳۔ ہم اپنے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کو یہ کہکر گھٹاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ قبر میں مٹی ہو گئے اور ہماری لاٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں زیادہ کارآمد اور مفید ہے۔ اور یہ کہ آپ کو شفاعت کا حق نہیں اور آپ کی زیارت مسنون نہیں اور آپ لا الہ الا اللہ کا مفہوم بھی اسوقت تک نہیں جانتے تھے جبتک کہ اللہ نے "فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ" نازل نہیں فرمایا حالانکہ یہ آیت مدنی ہے۔

۴۔ ہم علماء کے اقوال پر اعتماد نہیں کرتے اور اہل مذاہب کی کتابیں ضائع کرتے ہیں کیونکہ ان میں حق و باطل کے ساتھ خلط ملط ہو گیا ہے۔

۵۔ ہم چھٹی صدی ہجری سے لیکر آج تک کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک صرف وہ لوگ مسلمان ہیں جو ہمارے ساتھ ہیں اور یہ کہ ہم تجسیم کے قائل ہیں یعنی (معاذ اللہ) اللہ کو جسمانی مانتے ہیں۔

۶۔ ہم صرف اس شخص کی بیعت تسلیم کرتے ہیں جو یہ اقرار کرے کہ وہ پہلے کافر تھا اور اب مسلمان ہوا ہے اور جس کے والدین شرک پر مر چکے ہیں۔

۷۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

۸۔ ہم قبروں کی مسنون زیارت سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

۹۔ جو لوگ ہمارا مسلک اختیار کرتے ہیں، ان سے تمام واجبات معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرض بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ ہم اہل بیت کا حق تسلیم نہیں کرتے اور انہیں غیر کفو کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

۱۱۔ ہم بعض شیوخ کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی نوجوان بیوی کو طلاق دیدیں تاکہ وہ کسی نوجوان مرد سے شادی کر لے۔

یہ تمام خرافات محض بکواس ہیں۔ ان تمام من گھڑت الزامات کا ہمارے پاس صرف ایک جواب ہے۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم لہذا جو شخص ہماری طرف سے ان کی روایت کرے گا یا انہیں ہماری طرف سے منسوب کرے گا وہ ہمارے حق میں کذاب اور مفتری ہے۔

جس نے بھی ہمارے حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور ہماری مجالس میں آیا ہے۔ اور ہمارے خیالات کی تحقیق کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ تمام الزامات دشمنانِ دین و برادرانِ شیاطین نے لوگوں کو توحید خالص پر جم جانے اور شرک کے تمام انواع کو ترک کر دینے کی مہم کے خلاف بھڑکانے کے لئے کیا ہے۔ حالانکہ اللہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ چاہے اس کے سوا دوسرے گناہ معاف کر دے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو بھی دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو گا اور نہ وہ جہنم میں دائمی طور پر رہے گا بشرطیکہ وہ موحد مرا ہو اور بندگی کے تمام طریقوں میں توحید پر قائم رہا ہو۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ علی الاطلاق تمام مخلوقات سے اعلیٰ ہے۔ اور آپؐ اپنی قبر میں حیات برزخی کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو شہداء کی حیات سے زیادہ بہتر ہے۔ قرآن میں جس کے دلائل بالکل واضح ہیں اور اس لئے بھی کہ آپؐ شہداء سے زیادہ افضل ہیں نیز آپ اپنے سلام کرنیوالے کے سلام کو سنتے ہیں۔ آپ کی قبر کی زیارت مسنون ہے لیکن آپ کی قبر کی زیارت کیلئے سفر کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا بلکہ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا چاہیئے اور مسجد کے ساتھ ہی قبر کی زیارت بھی کر لی جائے تو کچھ حرج نہیں۔

اور جس نے اپنے قیمتی اوقات آپ پر درود و سلام بھیجنے میں صرف کیا تو اس نے دارین کی سعادت حاصل کر لی اور اس کی فکر و غم کا مداوا ہو گیا جس کی تشریح حدیث

میں موجود ہے۔

ہم اولیائے کرام کی کرامات کا انکار نہیں کرتے بلکہ اُن کے حق ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ بھی شرع کے پابند تھے وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہدایت پر تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی زندگی میں یا مرنے کے بعد عبادت کی کسی بھی قسم کا انھیں مستحق سمجھا جائے۔ ہاں اُن سے بلکہ ہر مسلمان سے دعا کی درخواست کرنا چاہیئے (مگر جب وہ زندہ ہوں) جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ مسلمان کی دعا اس کے بھائی کے لئے قبول ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ اویس قرنی سے دعا کی درخواست کریں گے، اور ان حضرات نے ایسا کیا۔

قیامت کے دن شفاعت کا حق ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ قرآن واحادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء ملائکہ اولیاء اور مسلمان بچوں کی شفاعت کا بھی ہم یقین رکھتے ہیں اور ہم اس شفاعت کا سوال اللہ سے کرتے ہیں۔ وہی جس موحد کے لئے چاہے گا اجازت دیگا۔ جو لوگ اس کے مستحق ہوں گے وہ سب سے زیادہ سعادت مند ہوں گے۔ ہم سوال اس لئے کرتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں سے لوگ عاجزی کے ساتھ کہیں کہ اے اللہ قیامت کے دن ہمارے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ اے اللہ ہمارے بارے میں اپنے نیک بندوں اور فرشتوں کی شفاعت قبول فرما۔

یہ سب اللہ سے مانگنا چاہئے نہ کہ ان بزرگوں سے لہذا یوں کہنا کہ "یا رسول اللہ یا ولی اللہ آپ سے شفاعت کا طالب ہوں میری فریاد پوری کیجئے، دشمن کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے"، اس طرح کی باتیں قطعاً حرام ہیں۔ کیوں کہ یہ سب اختیارات صرف اللہ کو ہیں۔ اگر برزخ کی ان باتوں کو دنیا میں ان سے طلب کیا جائے تو یہ کھلا ہوا شرک ہوگا۔ اس قسم کے سوالات کے بارے میں کتاب و سنت سے کوئی بھی نص وارد نہیں۔ نہ ہی سلف صالحین سے کوئی اثر مروی ہے بلکہ کتاب و سنت اور علمائے سلف سے اس کا شرک اکبر ہونا ثابت ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تھا۔

ان تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین اصل میں سلف صالحین کے مسلک پر تھے اور فروع میں امام احمد بن حنبل کے مسلک پر تھے اور دلیل کی موجودگی میں وہ مذہب معین کی مخالفت کرتے تھے جیسا کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔ شیخ نے کوئی نئی بات ایجاد نہیں کی بلکہ وہ تو صرف یہ کہا کرتے تھے کہ اپنے رب کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اپنے نبی کی سنت مضبوط پکڑ لو۔ بدعات ترک کردو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کی کثرت کے دھوکہ میں مت آؤ۔ ان تفصیلات سے ان باتوں کا من گھڑت ہونا ثابت ہوگیا جو شیخ کی طرف منسوب کردی گئی تھیں۔ اب ان مخالفین سے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ ذرا شیخ یا صاحبزادگان یا اُن کی دعوت کے کارکنوں کی

کتابوں سے اِن جھوٹی باتوں کو نکال کر دکھا دیں جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں لیکن وہ ان میں سے ایک حرف بھی ثابت نہ کر سکیں گے۔ شیخ اور ان کے متبعین کی کتابیں برابر شائع ہو رہی ہیں جنہیں شیخ کے عقائد اور دعاوی بالتفصیل مذکور ہیں۔ اور کسی کو ذرا بھی شک ہو تو ان کو چاہیئے کہ شیخ یا ان کے لڑکوں اور پوتوں کی کتابیں چھان ڈالیں خود ہی حقیقت کا پتہ چل جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ان بہتان تراشوں کی اصلیت کیا ہے جن سے کافی لوگ یہ سمجھ کر دھوکہ کھا چکے ہیں کہ یہ محقق علماء ہیں لیکن حقیقت میں وہ یقیناً اس صحرائی سراب کے مانند ہیں جو دور سے پیاسے کو پانی معلوم ہوتا ہے لیکن قریب جانے سے اس کے ریت ہونے کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

ایک دلچسپ مناظرہ

مزید وضاحت کے لئے ہم ایک مناظرہ کی روداد پیش کر رہے ہیں جو ایک عراقی عالم داؤد بن جرجیس بغدادی اور شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمٰن بن حسن نجدی مولف منہاج التاسیس والتقدیس فی کشف شبہات داؤد بن جرجیس کے درمیان ہوا اور جسے علامہ محمود شکری آلوسی نے اپنی کتاب "تاریخ نجد" میں لکھا ہے۔ یہ مناظرہ بڑے عظیم فوائد اور اہم مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں شیخ کی دعوت سے متعلق اہم شبہات کا تسلی بخش جواب موجود ہے۔ عراقی نے سوال کیا۔ اے نجد والو! آپ لوگ عام مسلمانوں اور اللہ کے نیک بندوں کو کافر کیوں کہتے ہیں اور انھیں گمراہ کیوں سمجھتے

ہیں اور انکا قتل جائز اور مباح کیوں جانتے ہیں۔ اسی طرح آپ لوگوں نے حرمین شریفین کی حرمت ختم کردی اور اسے میدانِ جنگ بنادیا اور حرم والوں کی جان و مال کو حلال کردیا۔ اور مسیلمۃ الکذاب کے شہر کو دارالہجرت اور دارالامان قرار دے دیا۔ حالانکہ احادیث میں اس کی بابت صاف موجود ہے کہ وہ زلزلوں اور فتنوں کا مرکز ہے۔ اہل نجد اپنے اس علاقہ کے لئے کیوں دعا مانگ رہے ہیں مسلمانوں کو کافر بنانا بڑا اہم کام ہے۔ اہل علم کا بیان ہے کہ اگر سو علماء مل کر کسی پر کفر کا فتویٰ لگادیں اور صرف ایک عالم ان کا مخالف ہو تو اس ایک کی بات مانی جائے گی اور سب کا قول ترک دیا جائیگا تاکہ اس کا خون بچ جائے۔ آخر آپ لوگ دین احمدی میں بصیرت سے کیوں کام نہیں لیتے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے کیوں نہیں ڈرتے اور عوام کو اپنی زبان و ہاتھ سے کیوں محفوظ نہیں رکھتے؟

نجدی عالم کا جواب جناب حقیقت وہ نہیں جو آپ اور آپ جیسے دوسرے حضرات سمجھ رہے ہیں۔ آپ لوگ ہمارے بارے میں سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں اگر ہماری باتیں غباوت و جہالت کے مرض سے صاف ستھرے دلوں میں اتر گئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ سب غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔

سنئے اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ اول شہادتین، اس کے بعد چاروں ارکان اگر کسی نے ان چاروں ارکان کا اقرار کیا لیکن سستی سے ان پر عمل نہیں کیا تو ہم ایسے شخص سے اس کے اس فعل پر جہاد تو کر سکتے ہیں لیکن ان ارکان کے ترک کر دینے

پر اُسے کافر نہیں کہہ سکتے اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ارکان اسلام کا انکار کیئے بغیر سستی و غفلت سے ان پر عمل نہ کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ البتہ شہادتین کے تارک سے ہم ضرور جہاد کریں گے کیونکہ اس کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے مگر اس کی بھی تکفیر اس وقت تک نہیں کریں گے۔ جب تک اس کو اچھی طرح بتا نہ لیں گے اور جان لینے کے بعد بھی وہ انکار کرے تو ہم ضرور اس کی تکفیر کریں گے۔

ہمارے مخالفین کئی قسم کے ہیں۔ پہلا وہ شخص جس نے اچھی طرح جان لیا کہ توحید اللہ کا دین ہے اور اس کا رسول وہ ہے جسے اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور اس بات کا بھی اقرار کیا کہ حجر اور شجر کے بارے میں جو عوام کی غالب اکثریت کا عقیدہ ہے وہ اللہ کے ساتھ کھلا ہوا شرک ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو اس سے رد کنے ہی کی خاطر بھیجا تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فاسد عقیدہ والوں سے جنگ کرتے تھے تاکہ دین سب کا سب اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔ یہ سب باتیں جان بوجھ کر بھی اگر کوئی توحید کی طرف متوجہ نہ ہو نہ اُسے سیکھے نہ اُسے اختیار کرے نہ ہی شرک کو چھوڑے تو ایسا شخص کھُلا کافر ہے۔ اس کے کفر کی بنا پر ہم اس سے قتال کریں گے۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین معلوم کر کے بھی اتباع نہ کی اور مذہب شرک معلوم کر کے بھی ترک نہ کیا۔ لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور اس میں داخل ہونے والوں سے نفرت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ شرک کی تعریف کرتا ہے اور نہ لوگوں کے سامنے سنوار کر پیش کرتا۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دین کو برا بھلا کہتے ہیں اور اپنے دیندار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی غیر اللہ کے پجاریوں کی تعریف بھی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کے بارے میں غلو بھی کرتے ہیں اور انھیں موحدین اور تارکینِ شرک پر فضیلت بھی دیتے ہیں تو ایسے لوگ پہلے طبقے سے بھی زیادہ بدترین ہیں۔ اور ایسوں ہی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ ۸۹)

جب ان کے پاس وہی دین آیا جس کو وہ جان چکے تھے تو انھوں نے انکار کر دیا۔ ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

ایسوں ہی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ۔ (التوبہ ۹)

اگر انھوں نے عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعنہ زنی کی تو ان کفر کے پیشواؤں سے لڑو۔ ان کی قسم و قرار کا کوئی اعتبار نہیں۔

جنھوں نے توحید کو اچھی طرح پہچان لیا اور اس کی پیروی بھی کی اور شرک کو بھی جان لیا اور اسے ترک کر دیا لیکن موحدین سے نفرت کرتا ہے اور شرک میں لت پت لوگوں سے محبت کرتا ہے تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ اس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے

ذالك بانهم كرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم۔ (التوبہ ۴۷)

یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ کے اتارے ہوئے دین کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

جو شخص جو ان تمام خباثتوں سے محفوظ ہے لیکن اس کے شہر والے موحدین سے

عداوت رکھتے ہیں اور اہل شرک کے پیرو ہیں اور موحدین سے جنگ وجدال کرتے ہیں اور اس شخص کو اس حالت میں وطن چھوڑنا مشکل معلوم ہو رہا ہے لہٰذا وہ اپنے مفاد کی خاطر شہر والوں کے ساتھ مل کر اپنی جان و مال کے ساتھ موحدین سے جنگ کرتا ہے تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ کیونکہ اگر شہر والے اسے روزہ چھوڑنے کا حکم دیں اور اس کے لئے شہر چھوڑے بغیر روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے گا۔ اسی طرح اگر لوگ اس کو مجبور کریں کہ اپنے والد کی بیوی سے شادی کرلے اور ان کی مخالفت مول لئے بغیر وہ اس سے انکار نہ کر سکتا ہو تو یہ فعل شنیع بھی وہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ ان کے ساتھ مل کر اپنے جان و مال کے ساتھ موحدین سے جنگ کرتا ہے حالانکہ اس کا یہ فعل سب کے نزدیک اللہ اور اس کے دین سے قطع تعلق کے برابر ہے۔

ایسا شخص کافر ہے اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ۔ (النساء ۹۱)	تم کچھ دوسرے لوگوں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے مامون رہیں اور اپنی قوم سے بھی جب جب انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے وہ اس میں جا گھستے ہیں۔

بس ان کے سوا کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔ رہی یہ بات کہ ہم عام طور پر سب کو کافر سمجھتے ہیں اور ان سب کے لئے اپنے یہاں ہجرت واجب سمجھتے ہیں۔ جو اپنے دین کے اظہار

پر قابو رکھتے ہوں اور یہ کہ ہم ایسے لوگوں کو کافر نہ سمجھنے والوں کو بھی کافر سمجھتے ہیں تو یہ اور اس قسم کی تمام باتیں بے بنیاد، جھوٹ اور محض بہتان ہیں۔ جن کے ذریعہ لوگ عوام کو اللہ اور اس کے رسول سے روکتے ہیں۔

اور جب ہم ان لوگوں کو کافر نہیں کہتے جو محض جہالت کی بنار پر قبر پرستی کے مرتکب[1] ہیں تو بھلا ہم ان کو کیسے کافر کہہ سکتے ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا لیکن ہمارے پاس ہجرت کر کے نہیں آئے۔ اگر لوگوں کی نگاہ روشن ہے اور اور فہم و فکر درست ہے اور ساتھ ہی پوری ذہانت ہو تو جتنی تشریح ہم نے کر دی ہے اُس سے تمام غلط فہمیوں کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

حرمین کی بے حرمتی کا پروپیگنڈہ ہمارے متعلق حرمین کی بے حرمتی کا پروپیگنڈہ سفید جھوٹ اور کھلا ہوا بہتان ہے۔ ایسوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔ (النحل ۱۰۵)

جھوٹ وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ پکے جھوٹے ہیں۔

---

[1] یہاں شیخ کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان جہلا رعوام کا الانعام کی تکفیر نہیں کرتے۔ جن تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حجت نہیں پہونچی ہے لیکن جن پر حجت قائم ہو چکی ہے پھر اُس نے عداوت وہٹ دھرمی کی اور شرکیہ عقائد و امور پر جما رہا جیسے مردوں کو پکارنا۔ ان سے استغاثہ کرنا۔ ان سے نفع طلب کرنا اور ضرر کو دور کرنے کی درخواست کرنا وغیرہ تو ایسے شخص کے شرک ہونے کے بارے میں بلکہ اُس کو کافر نہ سمجھنے والے کے کافر ہونے میں شک ہی نہیں کیا جا سکتا۔

حرم پاک میں کسی قسم کی جنگ ہی نہیں ہوئی لہٰذا اس کی بے حرمتی کا سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ مسلمان حرمین شریفین میں امن وصلح کی حالت اور شریف مکہ ورؤسائے مدینہ کی اطاعت کے بعد داخل ہوئے تھے۔ ہمارے مشائخ حرمین شریفین میں درس وتعلیم کے لئے بیٹھے اور توحید اور تنزیہہ وتقدیس سے متعلق عقائد کے بارے میں رسائل لکھے یہاں تک کہ مسلمان فوجیں آئیں اور حرم میں داخل ہوئیں

فَجَاسُوْا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔ (الاسراء) اور وہ گلی کوچوں میں گھس پڑے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

اور حجرۂ شریفہ سے جتنے مال برآمد ہوئے وہ سب علمائے مدینہ کے فتاویٰ اور اس بارے میں واضح ہدایت طے ہو جانے کے بعد لئے اور صرف کئے گئے۔ یہ سب مال آل مدینہ کی ضرورت اور جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ ہوئے ان مالوں کو جمع اور ذخیرہ کرنے کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ضرورت نہ تھی تو آپ کی وفات کے بعد کیسے ہوتی، پھر اس سال مدینہ منورہ میں حجاج کے نہ جانے کی وجہ سے اہل مدینہ کی روزی کے وسائل بالکل بند ہو گئے تھے لیکن ان مالوں کی وجہ کچھ سہولت ہوئی اور یہ سب نکال کر اہل مدینہ پر خرچ کئے گئے۔ رہی ان مالوں میں خیانت اور خرد برد کی بات تو اسے اہل علم کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں اور ان باتوں کو حرمین کی بے حرمتی بھی کہنا درست نہیں۔

جو لوگ حقیقت حال جانتے ہیں اور تہمت وگمراہی کی نیت نہیں رکھتے وہ انصاف

سے کہیں گے کہ اس انقلاب کے بعد حرمین کی کتنی تعظیم بڑھی۔ کعبہ مکرمہ پر غلاف چڑھایا گیا۔ راستے محفوظ کئے گئے۔ بیت اللہ کے حج اور حرم نبوی کی زیارت کو پرامن بنایا گیا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ چونکہ مکہ کا علاقہ شرف و بزرگی کا ہے اس لئے اس کے باشندے بھی صالح و نیک ہی تصور کئے جائیں گے تو ایسے دلائل وہی دے سکتا ہے جو شریعت کے قواعد سے بالکل کورا ہو اور جس کو کتاب الہٰی کے عہد و وعید سے کوئی لگاؤ نہ ہو اور وہ بالکل ہی عامی اور شر پسند ہو۔

یہ بات بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ حرمین کے باشندوں میں کتنوں نے آیاتِ الہٰی کی تکفیر کی اور اللہ کے رسولؐ سے ٹکرائے اور ان کی حجت و برہان کو رد کیا۔ اسی طرح بلاد حبشہ اور ہند اور فراعنہ کے شہر مصر اور صابئین کے شہر حران اور ایران کے اہل علم اور اصحاب فقہ و امامت نے اس جرم کا ارتکاب کیا جس شخص کو انبیائے کرام کی شریعت سے ذرا بھی لگاؤ ہوگا وہ حرمین کی فضیلت میں کبھی ذرہ برابر شک نہیں کر سکتا لیکن اس شرف و فضیلت کا مطلب یہ نہیں کہ حرمین کے افضل ہونے سے حرمین کے باشندے بھی مقدس ہو جائیں۔

حضرتِ ابو درداء نے جب سلمان فارسیؓ کو ارضِ مقدس آنے کی دعوت دی تو انھوں نے اسی حقیقت کو واشگاف کیا

اِنَّ الْاَرْضَ لَا تُقَدِّسُ اَحَدًا ۔ زمین کسی کو مقدس نہیں بناتی

اللہ نے مصر و شام والوں کے بارے میں فرمایا۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا	(اعراف ۱۳۷)	اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور کر دیئے گئے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنایا جس میں ہم نے برکت نازل کی ہے۔

لہٰذا اگر مقامات کی شرف و فضیلت وہاں کے باشندوں کے شرف کی دلیل بن سکتی ہے تو بنی اسرائیل اب بھی ارض مقدس میں موجود ہیں اور مسجد اقصیٰ کے باشندے بھی اسی شرف کے مستحق ہوں گے حالانکہ وہ کفر و تکذیب اور قتل انبیاء کے مرتکب ہوئے

اہل یمن کی عام بہتر حالت پر حدیث الایمان یمان والحکمۃ یمانیہ ایمان اہل یمن کا اور حکمت یمن والوں کی ہے اور حدیث:۔

اتاکم اهل الیمن ارق قلوبا والین افئدۃ۔	تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں، جو رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔

سے استدلال کرنا ضروری و عام ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم یہ دعویٰ کریں کہ مقامات کی شرف و فضیلت سے باشندوں کی عام ضلالت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ حدیث

الایمان یارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرها	ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنی بل کی طرف سکڑ جاتا ہے۔

یہ حدیث اپنے مصداق کے جزوی حصہ پر تو صادق آتی ہے لیکن الایمان یمان والی حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے۔ ذرا سوچئے اگر اسود عنسی کذاب محض اس بنیاد پر اپنی فضیلت جتائے کہ وہ مقدس سرزمین کا باشندہ ہے تو اس کے بارے میں جو جواب

دیا جائے گا وہی جواب ہمارا بھی سمجھ لیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان پلٹتے رہتے ہیں۔

نجد زلزلوں اور فتنوں کی سرزمین

سائل کو یقین ہے کہ زلزلہ اور فتنہ کی سرزمین نجد ہے اور اس کی آڑ لے کر باشندگان نجد کو طنز و تعریض کا نشانہ بنا لیا۔ سائل کو اس بارے میں ہم معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس کو حدیث کا صحیح مفہوم معلوم نہیں ہمیں اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اگر سائل کو ذرا بھی سمجھ ہو گی تو ہماری توضیح کے بعد حقیقت سمجھ میں آجائے گی۔

زیر بحث حدیث آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعائیہ حدیث ہے آپ نے فرمایا:۔

اللھم بارك لنا فی شامنا و فی یمننا قالوا و فی نجدنا یارسول الله فکرر ثلاث مرات یدعو للشام والیمن وھم یقولون وفی نجدنا فقال فی الرابعة تلك مواضع الزلازل والفتن۔

اے اللہ ہمارے شام و یمن میں برکت دے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے تین بار شام و یمن کے بارے میں دعا دہرائی اور لوگ نجد کے بارے میں بھی کہتے رہے۔ آپ نے چوتھی بار فرمایا۔ تلك مواضع الزلازل والفتن۔ (یہ زلزلے اور فتنوں کے مقامات ہیں)

اور آپ کی دعا مقبول ہوئی اور شام ویمن میں آپ کی دُعا کی برکات کا ظہور ہوا. جو ایک معروف و مشہور بات ہے۔

آخر دفاتر کی تدوین اور لشکر کی تنظیم جھنڈوں کی بلندی سب کچھ اسیوقت ہوا جب اہل یمن و شام اسلام لائے اور اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا پھر بھی اس کو اہل شام ویمن کی دینی سدھار کے لئے دلیل وہی بنا سکتا ہے جو حقائق سے محروم اور اصول دین کی فہم سے خالی ہو گا۔ اللہ کا ارشاد اوپر گذر چکا ہے۔

واورثنا القوم الذین یستضعفون مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها ۔ (الاعراف ۱۳۷)

اور ہم نے وارث بنایا ان لوگوں کو جو کمزور تھے ان زمینوں کے مشرق و مغرب کا جنھیں ہم نے بابرکت بنایا تھا۔

اور جمہور اہل نجد جیسے "تمیم، اسد، طئی، ہوازن، غطفان، بنو ذہل، بنی شیبان، ان تمام قبائل نجد کا مقام جہاد فی سبیل اللہ اور سرحدوں پر پڑاؤ خصوصًا رومیوں، اور ایرانیوں سے جہاد کے لئے بڑا بلند ہے اور اس کو وہی لوگ جان سکتے ہیں جنھیں علوم اسلامیہ سے ذرا بھی لگاؤ ہو گا۔ اور نجدیوں کے فضائل سے وہی انکار کر سکتا ہے جو ان معرکوں میں اہل نجد کے عظیم کارناموں جہاد اور ابتلار سے نا واقف ہو گا اور انہیں کسی صاحب عقل و فہم کو شک نہ ہو گا کہ اہل نجد کی خدمات انصار مدینہ کے اس دور سے بھی بہتر ہے جب انھوں نے مہاجرین اور اہل علم کو پناہ دی تھی لیکن اس کے بعد بھی یہ حقیقت رہ جاتی ہے کہ فضیلت اور بزرگی اس جگہ رہنے والے

کی حیثیت علم ودین کے ساتھ ہی بدلتی ہے۔ لہٰذا ہر زمانہ اور وقت میں بہتر شہر وہی ہوتا گیا ہے جو علم میں زیادہ اور سنن اور آثار نبویہ کے لحاظ سے معروف ومشہور ہو گیا ہے اور بدتر شہر وہ ہے جو علم میں کم اور جہالت وبدعت میں وشرک میں زیادہ رہا ہو اور جہاں آثار نبوت کے ساتھ تمسک اور سلف صالحین کے مسلک پر جماؤ کم ہو۔ لہٰذا فضیلت وترجیح کا اعتبار اشخاص اور باشندوں کی حیثیت پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (بقرہ ع ۱۵)	اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور یہاں رہنے والوں میں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں انکو پھلوں کی روزی عطا کر اور جو کفر کرے گا میں اُسے کچھ دن فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے جہنم کے عذاب میں گھسیٹ لوں گا جو بدترین ٹھکانا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ گناہوں کی زیادتی صرف کیفیت کے اعتبار سے ہوگی عدد کے اعتبار سے نہیں اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے:۔

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسیئة	جو نیکی لائے گا اس کو نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔ اور جو برائی لائے گا اس کو

لہ اہل علم کا خیال ہے کہ "اضافہ" سے مراد کیفیت میں اضافہ ہے عدد میں نہیں اس لئے کہ اللہ

فلا یجزیٰ الا مثلہا وھم لا یظلمون ط (الانعام ۱۶۰)

اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا یہ کتاب اللہ کی صریح ہے جس کی مخالفت صحیح دلیل کے بغیر جائز نہیں۔

بلدالحرام کی بزرگی کی بنیاد پر وہاں کی جانے والی نیکیوں کا ثواب جس طرح زیادہ ہے اسی طرح وہاں کی جانے والی بُرائیوں کا گناہ بھی زیادہ ہے۔ نیز اہل نجد کے بارے میں تو فضیلتیں بھی آئی ہیں۔ مثلاً "تمیم" کے بارے میں بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے پاس قبیلہ بنی تمیم سے صدقات آئے تو آپؐ نے فرمایا "ھذہ صدقات قومی" یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔

اس طرح تمیمیہ لونڈی کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو آزاد کردو کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔ اور اسی طرح ان کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔

اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّال — دجال پر سخت ترین لوگ میری امت میں بھی ہونگے۔

یہ اُن کے خاص مناقب ہیں۔ البتہ تمام عرب کی عمومیت کے موقع پر بھی اہل نجد

کا ارشاد ہے من جاء بالحسنۃ فلہٗ عشر امثالہا ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا وھو لا یظلمون ط جو شخص نیکی لائیگا اسکے لئے دس گنا اجر ہے اور جو بُرائی لائیگا اُسکی بُرائی کے برابر ہی سزا دیجائیگی اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائیگا یہ کتاب اللہ کی صریح نص ہے جسکی مخالفت کسی ایسی دلیل سے کیجا سکتی ہے جو حرم کی کو اس آیت سے خاص کر دے جبکہ ہمیں اس بارے میں کسی ایسی دلیل کا علم نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔

ہی مراد ہوتے ہیں کیونکہ تمیم ہی اصل عرب ہیں۔ مکانات اور شہروں کی فضیلت زیادہ واضح اور لائق دلیل ہے کیونکہ شہروں کی فضیلت دراصل شہریوں کی فضیلت کی بنا پر ہے۔

اور یہ واضح ہے کہ قبر پرستوں کے پیشوا اور قبر پرستی کے داعیوں کو دجالی فتنے سے خاص لگاؤ ہے۔

اسی لئے تمیم اور نجد کے علماء نے قبوریوں کے دجال علماء جو قبروں کو اللہ کی عظمت کے برابر کرنے میں کوشاں ہیں کی تردید کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ شیخ الاسلام بنی تمیم میں سے تھے اور قبوری دجالوں پر سب سے زیادہ سخت تھے۔

ہم نے الدجال "الف لام" جنس کے لئے استعمال کیا ہے لیکن اگر یہ الف لام عہد کے لئے سمجھا جائے تو بھی بہتر ہے۔ اس صورت میں جنس دجال کی تردید دراصل اس کے ساتھ جہاد کی تمہید سمجھی جائے گی۔ اور اے عراقی بڑا اچھا ہوتا کہ تم یہ سوال نہ اُٹھاتے اس لئے کہ تمہارا ملک عراق مسلمانوں کے لئے ہمیشہ ابتلاء و محن کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ اہل حروره سے مسلمانوں کو جو مصائب پہنچے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جہمیہ جسے اکثر علماء نے اسلام سے خارج قرار دیا ہے کا فتنہ بھی عراق ہی سے اُٹھا۔ معتزلہ کا حسن بصریؒ کے بارے میں کیا تبصرہ ہے اور اہل سنت کے خلاف ان کے پانچویں اصول کی شہرت کس کو معلوم نہیں۔ بدعتی صوفیاء جو فنافی التوحید کے اس درجہ قائل ہیں کہ جس سے

امر و نہی کے احکامات ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کا ظہور بھی بصرہ میں ہوا۔[1]

روافض و شیعہ جنھوں نے اہل بیت کے بارے میں شرک تک غلو کیا اور علیؓ اور ائمہ اسلام کے بارے میں کتنے اقوالِ شنیعہ کہے اور رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں سب و شتم کئے۔ یہ سب باتیں عراقیوں کے بارے میں مشہور و معروف ہیں۔ کیا ان عظیم جرائم والوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اہل اسلام پر اشارے کرتے اور انگلیاں اُٹھاتے ہیں بلکہ ان کی شناخت کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلیمہ کذّاب کا وجود ان کے شہر میں ہے یہی نہیں بلکہ واقعۂ جمل و جنگ صفین حضرت علیؓ مسلم بن عقیل حسینؑ بن علیؓ ان کی اولاد کی شہادت اور مختار بن ابو عبیدہ کا دعویٰ نبوت کرنا جیسے بیشمار جرائم سے وہ سرزمین بھری ہے۔ اور ابھی چند سال قبل عبدالکریم قاسم کے فتنہ میں کتنا قتل و خون ہوا۔

اور کیا طبرانی کی یہ حدیث تم کو معلوم نہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " شیطان عراق میں داخل ہوا تو وہاں اپنی حاجت پوری کی پھر شام میں داخل ہوا تو لوگوں نے اس کو وہاں سے بھگا دیا۔ پھر مصر آیا۔ وہاں انڈا

---

[1] اسی طرح واقعہ جمل نیز عراق ہی میں جنگ صفین ہوئی، حضرت علیؓ کی شہادت مسلم بن عقیل ان کے صاحبزادگان حضرت حسینؓ ان کے صاحبزادگان کی شہادت مختار بن ابو عبیدہ کا دعویٰ نبوت وغیرہ جیسے بیشمار واقعات عراق ہی میں ہوئے ابھی ہمارے دور میں عراق میں کتنے فتنے کھڑے ہوئے اور آخر میں ابھی عبدالکریم قاسم کے فتنہ میں کشت و خون ہوا جس کا شمار نہیں۔

بچھ دیا، اور اپنا بچھونا پھیلا دیا۔"

اور اسلام سے قبل عراق مجوسیوں آتش پرستوں اور گائے کی پوجا کرنے والوں کا مرکز تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ عراق فتوحات اسلامی کی وجہ سے پاک وصاف ہوگیا تو آخر یمامہ اسلام اور اس کے عظیم شعائر کے ظہور کی بنا پر کیوں نہیں پاک ہوسکتا یہاں اللہ اور اس کے دشمنوں سے جہاد ہوا۔

نجد کے بارے میں جو حدیث بیان کی گئی اگر اس سے مراد نجد کا مخصوص و مشہور و معروف حصّہ ہے تو یہ ساری بحث کھڑی ہوسکتی ہے ورنہ نجد کے بارے میں لوگ جو کچھ سمجھ رہے ہیں حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس حدیث اور اس قسم کی دوسری حدیثوں میں نجد سے مراد عراق ہے اس لئے کہ مشرقی سمت کے مدینہ منورہ کے بالمقابل عراق ہی ہے۔

اور اس حدیث کے بعض طرق میں یہ ٹکڑا بھی ہے کہ آپؐ نے عراق کیطرف اشارہ کر کے کہا ہے۔ خطابی کا بیان ہے کہ عراق کو ہم مدینہ کے مشرق میں پاتے ہیں اور جو بھی مدینہ کے مشرق میں ہے وہ سب کو عراق اور مضافات عراق ہی کہتے ہیں اس طرح عراق اہل مدینہ کا مشرقی حصّہ ہے۔

اور نجد کہتے ہیں زمین کے اس حصّے کو جو سطح زمین سے بلند ہو، پست نشیبی زمینوں کے برخلاف۔

داوردی کا بیان ہے کہ نجد عراق کے سمت میں ہے۔ اس کو حافظ ابن حجر نے

بھی ذکر کیا ہے اور اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن غزوان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا، انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے سُنا، فرماتے تھے کہ اے عراق والو! تم لوگوں سے زیادہ چھوٹے چھوٹے مسائل پوچھنے والا کوئی نہیں۔ لیکن تم لوگوں سے زیادہ گناہ کبیرہ کا مرتکب بھی کوئی نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے۔ فتنہ یہاں سے اُٹھے گا اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص اہل عراق کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتا دیا۔

اور طبرانی کی کبیر میں صراحت کے ساتھ یہ نص موجود ہے کہ اشارہ سے مراد عراق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول اہلِ لغت کی تحقیق اور مذکورہ شہادت سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مُراد عراق ہی ہے۔[1]

---

[1] اور ایک مسکت جواب یہ بھی ہے کہ شیخ محمدؒ بن عبدالوہاب نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کی کتابیں پڑھیں اور ان پر تحقیقی نظر ڈالی ان کے معانی و مقاصد کو اچھی طرح ہضم کر لیا جس نے ان کے اندر ان کے بگڑے ہوئے حالات کے خلاف بغاوت و انقلاب کی روح پھونک دی اور انھیں عقلی و نقلی دلائل کے ایسے ہتھیار عطا کر دیا جس سے حضرت شیخ کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ ان کے ذریعہ ان فرکش مشرکین کے بطلان و گمراہی کو ختم اور اُنکے علماء و داعیان مذہب کے شبہات کو نیست و نابود کر ڈالیں،،
یہ حقیقت ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ دونوں ہی شامی تھے اسطرح حضرت شیخ کی دعوت بھی شامی ہوئی اور حدیث نبوی ہے اللھم بارک لنا فی شامنا و فی یمننا۔ اے اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن کو برکت دے۔

رہا یہ کہنا کہ سو علما کسی کے متعلق کفر کا صریح فتویٰ دیں اور صرف ایک عالم اس کی مخالفت کرے تو فیصلہ اس ایک عالم کے مطابق کیا جائے گا۔ اور سو کو چھوڑ دیا جائے گا۔

تو ہمیں افسوس ہے کہ تمہاری دینی معلومات کتنی پست ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ عقائد اور اعمال کی بنیاد کتاب و سنت اور اجماع و قیاس پر ہوتی ہے تو تمہاری دلیل ان چاروں میں سے کس کے مطابق ہے؟ اور جو شخص اجماع اور عموم کے دعویٰ کی حقیقت جان لے اُسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ وہ جہالت کی بیماری سے بچ گیا پھر یہ مخصوص عدد کیا یہی مقصود وحد ہے یا یہ محض مبالغہ ہے جس سے تجاوز نہیں یا جوش ہے جس کا تحقیق کے وقت کوئی خیال نہیں کیا جاتا ان حضرات کی بحث کی انتہا یہی ہے اور ادرؤالحدوُد بالشبہات ما استطعتم یعنی جہانتک ہو سکے شبہات کے ذریعہ حدود کو رد کو یعنی جہاں تک ہو سکے شبہات کا فائدہ اُٹھا کر حدود کو دور کرو۔ تو اس حدیث کا ہمارے ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارے اختلافات شبہات کی بناء پر نہیں اور اگر کتاب و سنت و اجماع کے مخالف ہو تو اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی جائے گی۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ کوئی احمق غبی ہی کو اس میں اشکال ہوگا۔

اور یہ بات مطلقاً کہنا کہ اختلاف شبہہ کی چیز ہے تو اس سے اسلام کی پوری عمارت منہدم ہو جائے گی اور تمام علماء پر عیب اور مذمت کی مہر لگ جائے گی کیوں کہ بہت کم ایسے اختلافی مسائل ہوں گے جن میں اختلاف نہ ہوا ہو۔

اور سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ آپ کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور اپنے دین کے بارے میں اختلاف کا شکار ہو جائے گی اور تمام علماء اس حدیث کے مضمون سے متفق ہیں اور اگر مختلف ہوں تو علماء کے ہر اختلاف کا اعتبار بھی نہیں کیا گیا ہے۔ خصوصاً ان باتوں میں جو کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہوں اور بے شمار اصولی اور فروعی مسائل میں اسی کے عین مطابق لوگوں نے فیصلہ دیا ہے۔

لہٰذا اگر اختلاف کا وجود شبہہ کی وجہ سے سمجھا جائے تو ہمیں ان تمام علماء کو گمراہ کہنا پڑے گا جبکہ یہ لوگوں کے متفقہ منصب کے خلاف ہے۔ اور اگر ہزاروں آدمی نصوص قطعیہ کے خلاف فتویٰ دیں تو بھی ان کو نص و حجت کے موافق ایک ہی شخص کافی ہے۔

فضیل ابن عیاض کا ارشاد ہے کہ کسی راستے سے محض اس بنا پر وحشت نہ کرو کہ چلنے والے کم ہیں اور باطل سے محض اس بنا پر دھوکہ نہ کھاؤ کہ اس پر چلنے والے زیادہ ہیں۔

اس بارے میں سب سے بہتر اور واضح اللہ کا یہ ارشاد ہے۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل اللہ۔ (انعام)

اگر آپ نے لوگوں کی اکثریت کی پیروی تو لوگ آپ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے۔

لہٰذا اصول و فروع میں کثرت کی بناء پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔ کہنے والے نے کتنی اچھی بات کہی ہے ؎

دلیس کل خلاف جاء معتبرا
الا خلاف له حظ من النظر

ہر اختلاف اعتبار کے قابل نہیں سوائے اس اختلاف کے جو دلیل کے مطابق ہو۔

سوال :۔ سائل نے کہا کہ اے نجد والو تم کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے خود ہی دین سے خارج ہونے والوں میں شامل ہیں اس لئے کہ تم نے خوارج کی نقل کی ہے۔ اور ان ہی کی روش پر چلے ہو اور اُن کے مذہب کے باطل اور لغو عقائد سے مطابقت کی ہے خوارج کا کہنا ہے۔

لَا حُکْمَ اِلَّا اللّٰہ — اللہ کے سوا کسی کا فیصلہ نہ مانا جائے
اور تمہارا کہنا ہے
لَا یُعْبَدُ اِلَّا اللّٰہ — اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے

اور ان دونوں ہی حق کلموں سے باطل معنی لئے گئے ہیں۔ اور اُمت محمدیہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جواب :۔ سائل کو اگر حقیقت حال معلوم ہوتی تو ایسی بات نہ کہتا بھلا کہاں وہ موحد مسلمان جو انبیاء اور اولیاء و صالحین کے پجاریوں اور اللہ کے ساتھ ان سب کو پکارنے والوں کو کافر کہتے ہیں، اور کہاں وہ خوارج جو اہل قبلہ اور ایمان کی تکفیر کرتے ہیں۔ دونوں میں کیا نسبت ہے؟ گویا تمہارے نزدیک قبروں کے پجاری بھی اہلسنت والجماعت ہیں۔ لہذا حقیقت وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو۔ ہرگز نہیں

لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ۔ جنتی اور جہنمی دونوں برابر نہیں ہو سکے۔

اس کے بعد شیخ نے خوارج کے مذہب کی حقیقت ان کے مسلک کا مبدا اور قبوریوں کے عقائد و اعمال اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے حالات و عقائد کا بیان کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد اور آپکی دعوت اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے عہد اور اُن کی دعوت کے درمیان مشابہت

اس عنوان کا یہ مطلب نہیں کہ ہم شیخ محمد بن عبد الوہاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ قرار دے رہے ہیں۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آپ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کے رتبے کے برابر کسی کا رتبہ بھی نہیں۔

اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی حیثیت تو محض عالم اور دین محمدی کے مجدد کی تھی۔ البتہ ناظرین ان دونوں عہد کے درمیان اور ان بعض امور میں وجہ تشبیہہ ڈھونڈ سکتے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد بن عبد الوہاب کے درمیان پائے گئے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد عقائد اور عادات و اخلاق کی بگاڑ کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ مسجد الحرام میں کعبہ مکرمہ کے نزدیک بت پرستی کی جاتی تھی عرب اپنی بت پرستی اور رذیل و پست عادات، شراب نوشی، زنا، لڑکیوں کے زندہ

درگور کرنے اور طاقتور لوگوں کی کمزوروں پر بالادستی اور گراوٹ کی انتہائی پستی تک پہنچ چکے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ وہ دورِ انسانیت کبریٰ کے فضائل اور عالمی نظریات و افکار کے خاتمہ کا دور تھا۔

اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا زمانہ بھی اس کے بالکل مشابہ تھا۔ اس دور میں بھی لوگ جاہلیت مطلقہ میں مبتلا اور بزرگوں کی محبت کے نام پر جہالت اور ضلالت و بت پرستی کی وادی میں غرق تھے۔ مختصر یہ کہ یہ دور بھی انسانی فضائل اور بلند مقاصد کے خاتمہ کا دور تھا بلکہ دین کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ بدعات و خرافات کے غلبہ میں ایک قدم آگے بھی تھا۔

۲۔ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلۂ رسالت کی ایک لمبی مدت کے بعد مبعوث فرمایا تھا۔ اور انسانیت اپنی قتل گاہوں میں شدائد برداشت کرتے کرتے اس بعثت کریمہ کی پیاسی اور منتظر تھی کہ کسی طرح اسے شدید گمراہی کے بعد راستہ ملے اور اخلاق و طبائع کی پستی سے نکل کر نظم و طمانیت اور راحت و عافیت کی طرف منتقل ہو۔ جہاں عقائد کی صفائی ہو عقل کا علاج ہو اور یہ سب قرآن و سنت کے نور سے اکتساب کے ذریعہ ہو، جو میدانوں اور وادیوں کو روشن کر دیں۔

شیخ ایسے وقت میں آگے بڑھے کہ اس وقت پورا جزیرہ عرب ایک ایسے مصلح کا شدید طور پر محتاج تھا جو اس مہلک مرض سے اس کا علاج کر سکے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف لوٹا سکے اور ان کو جرائم سے

نجات دے۔ جن میں وہ مبتلا تھے اور پستی کے ان غاروں سے نکال کر انھیں باہر کرے جس میں وہ لت پت تھے۔ تاکہ وہ سیدھی راہ پر چل سکیں ان کے عقائد کی اصلاح ہو، عقل کو صحت نصیب ہو اور قرآن وسنت کے نور سے شہر وصحرا پُرنور ہو جائیں۔

۳۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم توحید و دعوت الی اللہ اور شرک کے رَد اور اس کے مٹانے میں کامیاب تھے اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید اور آپ کے طریقہ پر چلنے کی ترغیب اور تمام باطل امور گمراہیوں سے پاک وصاف ہو کر آپ کے علوم کی نشر واشاعت میں کامیاب ہوئے۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں جہاں آپ پیدا ہوئے تھے قریش کی ایذا رسانی کی وجہ سے قیام کرنا راس نہ آیا۔ کیونکہ قریش آپ کے ساتھ بدسلوکی ایذارسانی اور آخر میں آپ کو قتل کر دینے کی سازش میں لگے رہے۔ تنگ آکر آپ کو اپنے دوست ابوبکر صدیق رضؓ کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرنا پڑا جہاں آپ نے سارے مدینہ کو اپنا مددگار اور محب پایا۔ آپ کے بعد آپؐ کے صحابہ بھی قتل واذیت کے خوف اور دین وعقیدہ کے ساتھ فرار کر کے چپکے چپکے چلے آئے۔

شیخ کو بھی اپنے شہر کے غلاموں کی سازش سے واسطہ پڑا جو آپ کے قتل کی نیت سے دیوار پھاند کر آئے اور آپ کو بھی اہل وطن سے مختلف قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں پہنچیں جن سے آپ کا وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپ دین وعقیدے

کی حفاظت کی خاطر درعیہ[1] چلے گئے جہاں آپ کو بہت سے دوست اور مددگار مل گئے اور وہاں آپ کو عبادت اور دین پر عمل کی پوری سہولت ملی۔ رفتہ رفتہ آپ کے دوسرے چاہنے والے اور معتقدین بھی اپنے عقائد اور جذبات کی خاطر درعیہ پہنچ گئے۔

۵۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں سراقہ بن مالک سے مڈبھیڑ ہوئی جو قریش کے انعامات کی لالچ میں آپ کے پیچھے پڑ گیا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کو اس کی آمد کا احساس ہوا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ ایسی بندش میں جکڑ گیا جس سے وہ کسی طرح چھٹکارا حاصل نہ کر سکتا تھا اور مجبوراً اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگ کر آگے بڑھنا پڑا۔

بالکل یہی معاملہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کو بھی پیش آیا، جب وہ عیینہ سے نکل کر درعیہ جا رہے تھے تو عیینہ کے امیر عثمان بن معمر نے ایک سوار اُن کے ساتھ لگا دیا اور شیخ اسوقت ننگے پاؤں اور ننگے سر پیدل ہی چل رہے تھے گرمی سے بچنے کے لئے اُن کے پاس ایک پنکھے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس سوار نے شیخ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور تلوار کھینچ بھی لی۔ لیکن پھر اچانک اس کے ہاتھ کانپ اُٹھے اور تلوار ہاتھ سے گر گئی۔

---

[1] یہ مشہور روایات کے خلاف ہے کیوں کہ یہ سازش حریملا میں ہوئی تھی اور اسی کی وجہ سے آپ عیینہ چلے گئے تھے۔ جیسا کہ ابن بشر نے اس واقعہ کو اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز۔

۶۔ شیخ بعض قبائل و علاقوں کے پاس جاتے اور دعوت الی اللہ پیش کرتے کچھ تو آپ کے حامی و ناصر ہوتے اور کچھ آپ کو تکلیف دیتے اور مکر و فریب سے باز نہ آئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل کے پاس اپنی دعوت پیش کرنے جاتے اور مجمعوں اور بازاروں میں ان کے پاس پہنچتے۔ کچھ تو آپ کی مدد کرتے اور کچھ آپ کا مذاق اُڑاتے اور آپ کو رسوا کرتے لیکن آپ ان ناگوار تکالیف کو برداشت کرتے اور ان کے حق میں ہنس ہنس کر دعا کرتے "اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما یہ لوگ ابھی نہیں جانتے"

۷۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شدید خطرات سے دوچار رہی اسی طرح آپ کی اخلاص بھری زندگی بھی ان حوادثات کا شکار رہی۔ آپ مُطمئن قلب اور بھرپور ایمان کے ساتھ پے در پے ایک حادثے کے بعد دوسرے حادثے کا مقابلہ کرتے رہے۔

۸۔ جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس غزوات میں شریک ہوتے اور میدان میں گھُس پڑتے اور جنگ شدید ہو جاتی تو اپنے صحابہ کے قلوب کو تقویت پہنچاتے ان کو سہارا دیتے ان کو نصیحت کرتے اور اُن کی فتح و نصرت کے لئے اللہ سے دعا کرتے۔"

ٹھیک اسی طرح آپ کے پیرو شیخ محمد بن عبدالوہاب بھی امیر محمد بن سعود کے ساتھ مل کر بہ نفس نفیس جہاد میں شریک ہوتے اور ہر وقت صحیح مشورہ دینے

میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے۔ اور آپ کا شمار بہترین و ممتاز قائدین میں ہوتا ہے جب کسی بات پر اختلاف پڑ جاتا تو آپ ہی کی رائے کو مقدم سمجھا جاتا۔ کیونکہ آپ اللہ کی ہدایت اور اس کے کلام کی روشنی میں مشورہ دیتے۔

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملوک و سلاطین کے پاس قاصد بھیجا کرتے تھے جن کے ذریعہ ان کو ہدایت اور دین توحید کی طرف بلاتے اور غزوات کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتے کہ وہ دعوت الی اللہ پیش کرنے کے بعد طبل جنگ کا اعلان کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا بھی یہی عمل رہا۔

۱۰۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طاقتور دشمنوں اور سخت جھگڑالو لوگوں کی ایذا رسانی کا شکار ہوئے جو آپ سے رشک و رقابت رکھتے تھے اور آپ پر جادوگر و جھوٹے ہونے کی تہمت لگاتے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے بالکل قریبی لوگ ہی آپ کے زیادہ دشمن تھے۔ چنانچہ آپ کا چچا ابولہب آپ سے کبھی خوش نہ ہوا۔ آپ سے جھگڑتا اور آپ کو بیوقوف کہتا رہا۔ لوگوں کو آپ کے اخلاق بھڑکانے میں اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔

بالکل اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب بھی اپنے سخت دشمنوں کی اذیت رسانی میں مبتلا کئے گئے تھے۔ ان کے لئے بھی لوگوں نے جال پھیلائے اور تیروں کا نشانہ بنایا۔ لیکن وہ برابر نشانے سے خطا ہوتے رہے اور آپ اللہ کے فضل و کرم سے

صاف بچتے گئے۔

آپ کے بھائی سلیمان آپ کے سخت دشمن تھے۔ آپ کو طنز و تعریض کا نشانہ بنایا اور آپ کے مخالفین کی صف میں ملے رہے۔۔ شیخ کو گالیاں دینے اور آپ کی دعوت اور خیالات پر سخت ترین تنقید کرنے سے ذرا بھی نہیں ڈرتے تھے لیکن آخر عمر میں آپ پر بھی حق واضح ہوگیا تائب ہوکر آپ کے پاس درعیہ میں آکر مقیم ہوگئے اور یہیں اسی عقیدۂ حق پر وفات بھی پائی۔ (عبدالعزیز بن باز)

۱۱۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور وہ آپ کے سامنے ذلیل ہوئے اور پھر اخیر میں وہ آپ کے مددگار بھی بن گئے۔ جیسے عمرؓ خالدؓ عمرو ابن عاص وغیرہ۔ اسی طرح شیخ کے مخلص ساتھی بھی اپنے مخالفین پر فتح یاب ہوئے اور سب آپ کے پاس عذر و معذرت کے لئے حاضر ہوئے اور آپنے سب سے درگذر کیا سب کو آرام پہنچایا سب کو معاف کیا اور یہی مخالفین آخر میں آپ کے بھائی اور مخلص مددگار بن گئے۔

بلاد نجد میں آپ کی دعوت کا اثر

"آپ کی یہ مبارک دعوت نجد میں پھیلی ہوئی خرافات اور قبروں کی تعظیم اور غیر اللہ کی نذر اور شجر و حجر کے ساتھ لوگوں کے عقائد فاسدہ پر پوری طرح اثر انداز ہوئی اور سب کا خاتمہ کرکے شریعت محمدیہ کے نشانات دوبارہ زندہ اور

تازہ کر دئے۔

۲۔ اہل نجد شرک و بُت پرستی سے ہٹ کر توحید خالص کی طرف پلٹ پڑے اور کتاب و سُنت مطہرہ کی طرف رُخ کیا اور اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں کتاب و سُنت کو فیصلہ کُن حیثیت دی۔

۳۔ اہل نجد منتشر تھے۔ کوئی چیز ان کو مربوط نہیں کر سکتی تھی۔ نہ شرعی حکم اور نہ کوئی قانون۔ وہ اپنے تمام اعتقادات و اختلافات میں بالکل الگ الگ تھے لیکن شیخ کی اس دعوت نے ان کی آواز متحد کر دی۔ ان کے بکھرے ہوئے شیرازے کو اکٹھا کیا اور سب کو ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا اور ایک ہی بادشاہ کا ان کو تابع کر دیا۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ان کی راہنمائی کرتا تھا۔

۴۔ وہ جہالت و غباوت کی انتہا کو پہنچ چکے تھے اور غاروں اور درختوں کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے لیکن اس دعوت نے ان کے درمیان شریعت مطہرہ کے علوم اور اس کے تمام ذرائع مثلاً تفسیر، حدیث، توحید، فقہ، سیرت، تاریخ، نحو اور دوسرے علوم کو عام کر دیا۔ اور درعیہ علوم و معارف کا مرکز بن گیا۔ جہاں نجد اور تمام علاقوں سے طالبان علوم پہنچنے لگے۔ بلکہ یمن، حجاز اور خلیج عرب ہر چہار طرف سے لوگ آتے گئے اور تمام علاقوں میں دین کا علم پھیل گیا۔ علم کا ایسا چرچا ہوا کہ مورخین کا بیان ہے کہ چرواہا اپنے مویشی جنگلوں میں چراتا تھا اور

اس کی تعلیم کی تختی گردن میں لٹکتی ہوتی تھی۔

اس علم اور اس کی وسعت کی قوت سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے جنھوں نے مختلف علوم کی نادر کتابیں لکھیں جب کہ نجد اور اس کے علاقوں پر جہل عظیم نے سکہ جما رکھا تھا اور ظلمت و اوہام کی تاریکیوں میں وہ بھٹک رہا تھا۔

۵۔ نجد کے تمام علاقوں میں امن عام ہو گیا۔ یہ حالت ہو گئی کہ پیدل اور سوار مُسافر رات اور دن کی طویل مسافتیں طے کرتے لیکن انھیں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوتا۔ اگرچہ ان کے پاس مال کی اتنی بڑی مقدار ہوتی جس کو اٹھانے کیلئے ایک پورے گروہ کی ضرورت پڑتی تھی۔

۶۔ نجد کا دوسری جماعتوں اور طبقوں میں کوئی چرچا نہ تھا۔ وہ انتہائی حقیر اور اس حالت میں تھا کہ اس کا کوئی وزن تھا نہ شمار نہ قیمت نہ اس کا کوئی بادشاہ تھا اور چھوٹی چھوٹی بستیوں کے معمولی امراء کے سوا اُن کا کوئی مشہور حاکم بھی نہ تھا لیکن اب وہی نجد اس دعوت کی برکت سے ایک مستقل مملکت بن گیا۔ جسکی شہرت اقصائے عالم میں پھیل گئی۔

۷۔ اس وقت صرف دولت عثمانیہ میں کچھ دم خم تھا اس کو بھی اس کی مظبوط حیثیت کا احساس ہوا اور وہ اس بابرکت سعودی حکومت کے رعب و دبدبہ سے کانپنے لگی اور اس کو مٹانے اور لڑنے کے لئے بڑا جرار لشکر تیار کر ڈالا۔

۸۔ اس مُبارک دعوت کے آثار میں سے موجودہ مملکت سعودیہ ہے جسکی سلطنت

پورب میں خلیج عربی سے لیکر پچھم میں بحر احمر میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ سلطنت صحیح معنوں میں کتاب وسنت اور توحید خالص کی سلطنت ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سلطنت ہے۔ یہ وہ سلطنت ہے جس نے انصاف اور امن وسلامتی چپہ چپہ تک پھیلا دیا۔ یہ وہ حکومت ہے جو مرکز علم سے معنز ہوئی اور اسی علم کو تمام عمال ورعیت میں پھیلانے کے لئے مستعد ہو گئی حتیٰ کہ اُن کو بھی فیض پہنچا یا جو اس سلطنت میں باہر سے پہنچے۔ چنانچہ بڑے بڑے علمی ادارے کالج اور مدارس قائم کیے گئے اور مدرسین اور طلبہ پر خواہ وطنی رہے ہوں یا غیر وطنی سب پر بے حساب دولت خرچ کی گئی۔

یہ وہ حکومت ہے جو اپنے احکامات، اخلاق کی حفاظت اور کتاب وسنت سے فیصلہ لینے کے اعتبار سے صحیح معنوں میں اسلام کے عہد اول اور سلف صالحین کی نمائندہ ہے۔ حکومت اپنی رعایا کے مصالح کے لئے انتہائی مستعد ہے اور ان کی فلاح وبہبود اور فقر وفاقہ کے خاتمہ نیز زندگی کے معیار کو بڑھانے کے لئے بھرپور کام کر رہی ہے۔ اسی طرح حجاج کی راحت رسانی کے لئے بھی پوری طرح بیدار و متحرک ہے۔ حجاج کی فلاح وبہبود اور ان کی راہ کی تمام مشکلات دور کرنے اور ان کو بار بار حج کی رغبت دلانے کے لئے ہر طرح کے وسائل استعمال کرتی ہے، احکام شرع کے نفاذ، امن، عدل اور علم کی نشر واشاعت اور بدعت و ضلالت سے جنگ نیز کمینوں اور بد خلق لوگوں اور محرمات الٰہی کے مرتکب ہونے

والوں پر سختی کرنے کے اعتبار سے یہ عرب کی سب سے بہترین سلطنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہے اور اسے خیر اور نفع عام کی توفیق بخشے۔ (آمین)

باہری دُنیا میں شیخ کی دعوت کا پھیلاؤ

سلطنت سعودیہ کا جب ۱۲۱۸ھ میں مکہ معظمہ پر مکمل قبضہ ہو گیا اور تمام بلاد اسلامیہ سے حجاج مکہ معظمہ آنے لگے اور اس دعوت حقہ سے تعلق رکھنے والے علماء کا مشاہدہ کرنے لگے اور ان کے خطبات اور مواعظ اور ان کے سیدھے سادے ارشادات اور مضبوط دلائل کو جب انھوں نے سُنا اور ساتھ ہی حکومت سعودیہ کے طور طریقے دیکھے اور کتاب و سنت کے ساتھ اس کا جماؤ اور وہاں امن و انصاف کا دور دورہ پایا تو بہت سے حجاج نے شیخ کی دعوت سے متاثر ہو کر اپنے شہروں میں بھی توحید کی نشر و اشاعت اور بدعت و خرافات کے خلاف جنگ شروع کر دی اور قبر پرستی کے داعیوں اور قبروں پر قبہ بنانے والوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح شیخ کی دعوت نجد سے نکل کر سوڈان، افریقہ سماترا، ہند و ایشیا نیز عراق و شام، مصر اور الجزائر جاوہ و عمان اور ایران تک پھیل گئی اور جہاں بھی اس کے آدمی پہنچے وہاں انھوں نے بگڑے ہوئے معاشرے اور بدعات و خرافات کے خلاف جنگ اور عقیدۂ دینیہ کی تصحیح کی جد و جہد شروع کر دی۔ اس طرح ان ملکوں میں پھیلی ہوئی بدعتوں کے خلاف اس وھا۔ ی

تحریک کے داعیوں کے ہاتھوں یہ انقلابی دعوت شروع ہوئی۔

سوڈان:۔ چنانچہ سوڈان میں شیخ عثمان بن فودی جو قبیلہ فولا کے ایک فرد تھے۔ قبیلہ فولا امرائے سوڈان کا ایک قبیلہ تھا۔ شیخ عثمان موسم حج میں اس تحریک کے داعیوں سے ملے اور شیخ کی دعوت کو گلے لگایا اور اپنے ملک پہنچکر وہاں کے معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعت کے خلاف جنگ شروع کردی۔ اور بت پرستی کے خلاف جو سوڈانیوں کے عقیدہ کے ساتھ خلط ملط ہوگئی تھی پوری طرح سرگرم عمل ہوگئے۔ ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت بھی شروع کردی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت پھیلانے لگے۔ اس طرح انھوں نے اپنے گرد اپنے قبیلہ کو ایک مضبوط اتحاد کے ساتھ جمع کرلیا۔ اور اس دینی محاذ کے ساتھ انھیں اچھی طرح باندھ دیا۔ حالانکہ اُن کا قبیلہ پہلے مختلف کمزور اکائیوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان تبلیغی کوششوں کے بعد انھوں نے ۱۹۰۲ء میں بت پرست ہوسا قبائل کے خلاف جنگ شروع کی اور مملکت خیبر کا خاتمہ کرڈالا جو دریائے نیجر کے دہانے پر آباد ہے۔ اور دو سال بعد عثمان نے اسی وہابی دعوت کی بنیاد پر مملکت سوکوتو قائم کردی اور اس کے اثرات تمبکتو اور بحیرۂ تشاد کے مابین واقع تمام علاقوں میں پھیل گئے اور انگریزوں کے تسلط تک وہ ایک مستقل آزاد صوبہ کی حیثیت سے باقی رہا۔

ہندوستان:۔ سوڈان کی طرح ہندوستان کے بعض علاقوں میں بھی احمد

کے ہاتھوں اس تحریک نے علم جہاد بلند کیا۔[1] سید احمد ہندوستان کے رؤسا میں سے تھے۔ انھوں نے ۱۸۱۶ء میں حج کیا اور مکہ میں جب وہ وہابیوں سے ملے تو ان کے صحیح عقائد کو قبول کر لیا۔ اور اس مذہب کے داعیوں میں شامل ہو گئے اور وہ ان صالحین کے مقام تک پہنچے جن پر انکا ایمان حکومت کرتا اور صحیح عقیدہ غالب رہتا ہے۔

اور جب ۱۸۲۰ء میں وہ بنگال کے راستہ سے وطن واپس آئے تو ہندوستانی مسلمانوں میں دعوت و تبلیغ کا ایک بہترین میدان پایا۔ ہندوستانیوں کے عقائد اور دینی اعمال بہت حد تک ہندوؤں کے عقائد و اعمال سے مل گئے تھے انھوں نے شہر پٹنہ میں دعوت کا کام شروع کیا اور مسلمانوں کو اسلام کے صحیح مسائل کی طرف دعوت دی ان غلط عقائد کو ترک کر دینے کی ترغیب دی جو ان کے درمیان پھیل گئے تھے۔ جہاد کے مرحلہ کو طے کر لینے کے بعد یہ وہابی مسلمان اس لائق ہو سکے کہ سید احمد کی قیادت میں پنجاب کے علاقہ میں اسلامی بنیاد پر حکومت قائم کر سکیں۔ لیکن یہ تحریک زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکی اور

---

[1] ہندوستان میں شاہ شہید دہلویؒ اور ان کے رفقاء کی تحریک اصلاح و تجدید دین اگرچہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک سے پہلے بہت مختلف تھی لیکن توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعات کی تردید میں دونوں ایک دوسرے کے معاون تھیں یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی اہلحدیثوں کو بھی انگریزوں اور خرافیوں نے "وہابی" کا لقب دیا۔ الحمدللہ یہ تحریک آج تک اپنے مشن پر گامزن ہے۔ اور ملک کا چپہ چپہ اس کی دعوت سے مستفید ہو رہا ہے۔ مترجم

انگریزوں نے انیسویں صدی میں اس پر قبضہ کر لیا۔ سید احمد کے بعد بھی اُنکے خلفاء کے ذریعہ یہ تحریک زندہ رہی جن پر انگریزی سامراج قابو نہ پا سکا اور اب ہندوستان کے ان علاقوں میں بڑی تعداد میں وہابی آباد ہیں۔

سماترا :۔ ۱۸۰۳ء میں سماترہ کے اندر یہ وہابی تحریک اہل جزیرہ کے ایک ہادی کے ذریعہ شروع ہوئی جو اسی سال وہابیوں سے مل کر واپس ہوئے تھے اور وہابیوں کے صحیح عقائد کی اطلاع حاصل کی تھی۔ جب وہ اپنے وطن واپس آئے تو اپنی دعوت پھر شروع کی۔ اس کے بعد یہ تحریک وہابی مسلمانوں اور سماترا کے غیر مسلم باشندوں کے درمیان مستقل جنگ کی صورت میں ظاہر ہوئی ولندیزی سامراجیوں نے ۱۹۲۱ء میں جب اس صورت حال کو دیکھا کہ یہ طاقت ور تحریک اپنا اثر و رسوخ جما چکی ہے تو ان کے اور سماترا کے وہابیوں کے درمیان سولہ ماہ تک جنگ ہوتی رہی اور اخیر میں وہ وہابیوں پر پوری طرح غالب آگئے۔

سنوسی تحریک اسی طرح انیسویں صدی کے وسط میں الجزائر کے اندر سنوسی تحریک خوب جم گئی اور وہاں سامراج سے ہر محاذ پر ٹکر لی۔ اور اب سنوسی تحریک وہابی تحریک سے متاثر ہو کر سنوسیوں کی تربیت کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

وہابی جب مکہ پر قابض تھے تو سنوسی تحریک کا بانی محمد علی مکہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہ وہابیوں کے ساتھ رہا، ان کے علماء سے پڑھا اور ان کے مذہب سے متاثر ہوا اور تعلیم ختم کر کے جب الجزائر پہنچا تو ان اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی

وہی اصلاحی تحریک شروع کی جسے محمد بن عبدالوہاب نے جزیرۂ عرب میں برپا کر رکھا تھا۔

اسی طرح حضرموت اور جادہ میں یہ دعوت علامہ سید محمد رشید رضا کے ذریعہ پھیلی اور وہاں کے جمعیتہ الارشاد کے ذریعہ بھی جو وہاں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے طرز پر ہی کتاب وسنت کی دعوت دیتی اور بدعت وخرافات کی تردید کرتی تھی۔ اس تحریک سے حضرموت عدن اور جادہ میں بڑی تعداد میں لوگ متاثر ہوئے۔ الغرض وہابی تحریک کے اثرات بڑے عظیم ہیں۔ عالم اسلامی کے تمام خطے اس سے متاثر ہوئے اور اسلامی دنیا کی نئی بیداری میں یہ تحریک اوّلین چنگاری کی حیثیت رکھتی ہے جس سے اسلامی دنیا کے تمام زعماء متاثر ہوئے اور تمام اسلامی تحریکیں اسی وہابی تحریک سے پھوٹیں اور سب نے اس سے اثرات قبول کئے۔

قصائد ومراثی

شیخ کی سیرت وتحریک کے متعلق علماء کے تبصرے اور قصائد کا ایک خلاصہ پیش کیا جاتا ہے

(۱) از محدث کبیر شیخ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی

نجد اور نجد والوں کو میرا اسلام قبول ہو اگرچہ یہ سلام دور سے کچھ مفید نہیں

اے باد صبا ٹھہر اور اس عالم کے متعلق پوچھ جو زمین نجد میں ہے جس کے ذریعہ راہ حق سے ہٹے ہوئے لوگ راہ پاتے ہیں۔ یعنی محمد (ابن عبدالوہاب)، جو سنت احمد

کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں. کتنا اچھا ہے وہ ہادی اور کتنا اچھا ہے وہ جسے ہدایت دی گئی۔

تمام جماعتوں نے حق کی تحقیق کے بغیر ہی اس کی بات رد کر دی۔ حالانکہ ہر بات نہ قبول ہی کیجا سکتی نہ سب کی سب رد ہی کر دینے کے لائق ہوتی البتہ صرف ہمارے رب اور اس کے رسول ہی کا قول رد اور تردید سے بالاتر ہوتا ہے رہے "اقوال الرجال" تو وہ دلائل کے مطابق تنقید کی کسوٹی پر کسے جائیں گے۔ اور شیخ کی جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں وہ صرف یہ ہیں کہ وہ شرع شریف کو ظاہر کر رہے ہیں ہم پر اس کو لوٹا رہے ہیں۔

جاہلوں اور بدعتیوں نے جن باتوں کو چھپا رکھا تھا وہ ان کی علی الاعلان اشاعت کر رہے ہیں اور یہ سب باتیں ہمارے عقائد کے موافق ہیں۔

جن قبروں سے لوگ گمراہ ہوتے تھے ان کو منہدم کر کے شریعت کے ارکان کی وہ تعمیر کرتے تھے۔

ان قبروں پر عوام نے سواع، یغوث اور ود کی دوبارہ نقل کر رکھی تھی بلکہ اُن سے بھی کچھ بدتر اور مشکلات کے وقت انہی کے ناموں کی وہ دہائی دیتے تھے جس طرح بیقرار اور مصیبت زدہ اللہ واحد کو پکارتا ہے۔

ان قبروں کے صحنوں میں جان بوجھ کر کھلم کھلا نہ جانے کتنے ایسے جانوروں کو قربان کر ڈالا جو غیر اللہ کے نام سے مشہور کئے گئے تھے۔

اور ان قبروں کے ارد گرد طواف کرنے والے تھے کتنے بوسہ دینے والے کتنے اُن کے پایوں کو ہاتھ سے چومنے والے تھے۔

ان کے اس طریقے کو دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ابتک تو میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ طریقہ صرف میرا ہی اختیار کردہ ہے۔

ان کے خلاف مذمت وغیبت کے آوازے کسے جاتے ہیں اور ان پر وہ لوگ بھی ظلم کر رہے ہیں جو دور سے اُن کے ہوا خواہ ہیں۔

اس تہامی ونجدی نے جو باتیں اپنی تحقیق سے نہیں کہی ہیں وہ بھی ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

رافضی ان کو جھوٹ سے ناصبی اور ناصبی ان کو منکر ورافضی کا خطاب دیتے تھے لیکن ان کا دین اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انھوں نے مسائل کو حل کرنے میں ارشادات الٰہی کو فیصلہ کن حیثیت دی ہے۔ اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی پیروی کرتے ہیں اور کیا شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا بھی کوئی راہ نما ہے؟

اگر جہلا ہم کو گناہگار سمجھتے ہیں تو یہ گناہ ہمیں اس دن کے لئے مبارک ہو جب ہم قبر میں تنہا رہیں گے۔

اہلحدیثوں کو میرا سلام ہو اور میں بچپن ہی سے احادیث کی محبت میں پروان چڑھا ہوں۔

انہی اہلحدیثوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت وصفائی

میں بے انتہا جد وجہد کی ہے۔ اور کیا تم لوگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہدایت یاب ہو اور رائے جبہ پوشو افسوس ہے تم پر کیا کانٹا اور پھول برابر ہیں؟

طریقت میں بھی یہ تم سے زیادہ ہدایت پر ہیں وہ لوگ میرے پیشوا ہیں یہاں تک کہ میں قبروں میں چلا جاؤں۔

قصیدہ

(۲) شیخ محمد بن احمد الحفظی

شکر واجب مستحق صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

ہم درود بھیجتے ہیں رسول شارع علیہ السلام پر ان کے اہل وعیال اصحاب اور تبعین پر۔

شروع میں بھی اور آخر میں بھی حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ چند منظوم اشعار ہیں جنکو نظم کرنے پر مجھے اس خبر نے ابھارا جو اس گندے دور میں ہم تک پہنچتا ہے۔ اس داعی نے مشرق سے اللہ رب العالمین خالق عام کے حکم کی طرف ہمیں دعوت دی اور اللہ نے سرزمین نجد سے ہمارے لئے ایک عالم مجتہد اور مجدد کو مبعوث فرمایا یعنی ہدایت کا شیخ محمد بن عبدالوہاب محمدی حنبلی سلفی احمدی۔

وہ اسوقت اٹھے جب شرک لوگوں میں بالکل رچ بس گیا تھا اور سرکشی بالکل عام ہوگئی تھی۔

لوگ نہ دین جانتے تھے نہ لا الہ الا اللہ اور نہ اسلام کے طریقے اور راہیں۔ صرف دین کا نام باقی تھا اور کچھ رسومات تھیں پھر بھی زمین اہل علم سے خالی نہیں۔

ہر ایک گروہ کا ایک پیشوا تھا جس کو لوگ تنگی کے وقت میں مشکلات دور

کرنے کے لئے پکارتے تھے اور ملت اسلام اور اس کے احکام انتہائی اجنبیت کیحالت
میں تھے اور مسلمان یتیم بن چکے تھے۔

انھوں نے اللہ کی طرف دعوت دی اور قبائل کے درمیان توحید کا اعلان
کر دیا۔ وہ کمزور تھے ان کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا۔ نہ ہی ان کا کوئی پشت پناہ
وقوت دینے والا تھا۔

بڑی ذلت وتنگدستی کی حالت میں تھے لیکن اُن کے ہاتھ میں وہ ہنر تھا جو
اُن کو ذلت سے بچاتا تھا۔

وہ دشمنوں کو مرعوب کرنے والی بادِ صبا کی مانند تھے۔ اور حق اللہ کے غازیوں
ہی کے ذریعہ بلند ہوتا ہے۔

مجھے تو ان کی سیرت نے عمرؓ کے دور کی یاد تازہ کر دی اور پتھروں پر موسیٰؑ کے
عصا کی ضرب۔

وہ ہمیشہ دین کی طرف ہی بلاتے رہے۔ اپنے نفس یا مذہب مخصوص کی طرف نہیں۔

وہ لوگوں کو اشہد ان لا الہ الا اللہ کی تعلیم دیتے رہے کہ صرف اسی ایک اکیلے
کی بندگی کی جائے۔

اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اس کے بندے اور اس کے
رسول اور قاصد ہیں۔

تم صرف اللہ واحد کی ہی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور

بدعات کو ترک کر دو۔

اور جس شخص نے اللہ کے سوا کسی کو بھی خواہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اگر پکارا تو اس نے شرک کیا۔

اگر تم کہتے ہو کہ ہم ان کی عبادت صرف تقرب یا شفاعت کے لئے کرتے ہیں تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

ہمارا رب تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ یہ بلا شبہہ صریح شرک ہے۔

اپنے معاصرین کو شیخ نے یہی دعوت دی تھی لیکن انھوں نے ان سنتوں سے انکار کیا۔

اور لوگ کئی قسموں میں بٹ گئے کچھ تو نفرت دلانے والے تھے کچھ جھگڑالو، کچھ جنگجو دشمن تھے۔

کچھ کینہ ور اور لوگوں کو فریب دینے والے تھے جنھوں نے اہل فضل کے چہروں کو بگاڑ دیا تھا۔

اور اللہ کی دعوت قبول کرنے کے بعد جس نے بھی اللہ کے بارے میں بحث کی وہ ہلاک ہوا اور فتنے میں پڑا۔

اور جس نے اللہ کے داعی کی دعوت قبول کی وہ سب کچھ پا گیا اور جس نے انکار کیا وہ ہلاک ہوا۔

اور سب سے پہلے سبقت کرنے والے آل سعود کے بڑے پیشوا لوگ تھے۔

وہی مددگار اور بہادر اور زینت دینے والے اسلام کے معاون اور غیور اور خود دار تھے۔

وہ سامنے آئے جبکہ لوگ آپ سے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ انھوں نے آپکی حقیقت پہچانی جبکہ لوگوں نے آپ کا انکار کیا۔

مرثیہ (۳) (علامہ محمد بن علی الشوکانی)

میرے دل پر ایسی مصیبت پڑی جس سے تشنگی اور بڑھ گئی اور غم کے تیر نے مجھے زخمی کر کے رکھ دیا۔

اور اس مصیبت نے میرے جگر کے ٹکڑے کر دئے اور شدت غم سے میرا یارا نہ رہا۔

اس سانحہ نے میری زندگی کا سکون ختم کر دیا اور مجھے زبردست تلخ گھونٹ پلا دیا۔

اس مصیبت نے میری زندگی کی رونق ختم کر دی جس کو برداشت کرنے سے میرے اعضاء نے جواب دے دیا۔

اس مصیبت سے دنیا کا چہرہ غبار آلود ہو گیا اور پست خو لوگوں کا بول بالا ہو گیا۔ اس حادثہ سے دین کا ستون گر گیا اور اس کی رسی ٹوٹ گئی اور گمراہی کی عمارت ہر باطل کے ساتھ مضبوط ہو گئی۔

اور اسلام اور مسلمانوں پر کوؤں نے وحشت ناک ذلت کی آواز بلند کر دی۔

اور احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو ہر جاہل کی طرف سے ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

علم کا ستون، رفعت و علو کا محور اور فضلاء و ناموروں کا مرکز وفات پا گیا۔ اسکی موت سے دینی علوم ختم ہو گئے اور حق کا چہرہ پتھروں کے نیچے چھپا دیا گیا۔ وہ ہدایت کے امام ہلاکتوں کو محو کرنے والے، دشمنوں کا خاتمہ کرنے والے اور علم و سخاوت کے گھاٹ سے سیراب کرنے والے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب اس بزرگی کے مالک تھے جس کا حصول مشکل ہے۔ اور جو ہر ایرے غیرے کی دسترس سے بلند ہے۔

اور عبدالوہاب کی طرف ان کی نسبت ہے۔ وہ شریف النفس پاکیزہ خصلت والے ہیں ان پر رحمان کی طرف سے عظیم رحمتیں نازل ہوں اور ان کی قبر کو صبح و شام رحمت کی بدلیاں تر کرتی رہیں۔

مرثیہ

(۴) شیخ حسین بن غنام احسائی مولف روضۃ الافکار والافہام

مشکلات کے وقت ہم اللہ ہی کی طرف بھاگتے ہیں اور اللہ مہیمن کے سوا کہیں جائے مفر بھی نہیں۔

علوم وہدایت کا سورج گہنا گیا اور رخساروں پر خون اور آنسو بہہ پڑے۔

وہ امام جس کی وفات پر بھی لوگ مصیبت کا شکار ہو گئے اور المناک مصائب نے ان کو گھیر لیا۔

ان کی موت سے شہر تاریک ہو گئے اور ناقابل برداشت غم کا پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑا، ستارہ اپنے افق اور آسمان سے گر پڑا اور ستارہ اتھاہ مٹی میں دفن ہو گیا۔

اور ستارہ سعد جس کی چٹانیں روشنی حاصل کر رہی تھیں اور وہ چاند جس کا مطلع برکت کی منزل تھی اور وہ صبح جو لوگوں کو اپنی روشنی دیا کرتی تھی ان کی موت کے بعد اس کی تاریکیاں پھیل گئیں۔ وہ علم وفہم وفراست کے دریا میں غوطہ زن تھے اور ان کی ذات مخلوق خدا کے لئے مرکز فیض تھی۔ ضلالت کا رنگ دور ہوا اور لوگ ہدایت یاب ہوئے اور ان کے کان حق کے لئے متوجہ ہوئے اور سننے لگے اور لوگ محتاج مصیبت زدہ اور فاقہ کش تھے۔ وہ آئے تو لوگوں نے ان کے پاس جو کچھ تھا حاصل کیا۔ اللہ نے انکے ذریعہ ہدایت کا رتبہ ایسے وقت بلند کیا جب ضلالت پوری طرح عروج پر تھی۔

اللہ نے ان کے لئے حق کی چمک روشن کر دی اور ان کے ذریعہ حجاب موانعات دور کر دیں۔

اللہ نے ان کے ذریعہ توحید کو مٹ جانے کے بعد بھی زندہ کیا اور شرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسے مضبوط کیا۔

صبح حق کے انوار ظاہر ہو گئے اس کا چراغ بلند ہوا اور اس کی خوشبو پھیل گئی۔

وہ اس بزرگی کی منزل پر پہنچے جس پر ان کے سوا کوئی نہ چڑھ سکا نہ انکی خوبیوں کا ندمقابل ہوا۔

اور سنت احمدی کے طریقے میں وہ معروف ہو گئے جو سنتیں مٹ گئی تھیں انہیں زندہ اور پختہ کیا اور اپنی سرحد صحن سے دشمنوں کو دور کیا اور ارباب ضلالت کا قلعہ قمع کیا۔

اور ان آیات و احادیث کے ذریعہ وہ مقابلہ کرتے تھے جو اختلافات کیوقت ہمارے لئے مرجع ہیں۔

ان کی ذات سے خوبیاں مسکرا اٹھیں اور ان کا چہرہ روشن ہو گیا۔

ضلالت کی راہیں ویران ہو گئیں جبکہ پہلے وہ لوگوں سے آباد تھیں۔

اور نجد کے دامن افتخار میں خوبیاں واپس آ گئیں اور نجد کے لئے حق تھا کہ اس عظیم شخص کے ذریعہ بلندی حاصل کرے۔

اس کے نشانات نجد میں ظاہر ہیں اور اس کی روشنیاں وہاں چمک رہی ہیں۔

اسلام پر اس کی جدائی سے ایسی مصیبت پڑی جس سے وہ پارہ پارہ ہو گیا۔

اہل علم و فضل حیران ہو گئے اور ان کی روحیں حلق تک آ گئیں۔

ان کی موت سے مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے اور لوگ سمجھ گئے کہ قیامت آ گئی۔

افسوس کے مارے وہ چیخ کر رونے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کے دل پھٹ جائینگے۔

آنکھیں بہہ پڑیں اور آنسو چھلک پڑے جن کے ساتھ خون بھی ملا ہوا تھا۔

ان کی وفات کے دن اہل حاجت اہل ہدایت اہل حق و اہل دین سب ہی رو پڑے اگر دنیا میں قبر اس کا حقیقی مقام ہے تو امید کی جاتی ہے کہ جزا کے دن جنت اس کا مقام ہوگا۔

اللہ اس کی قبر کو عفو کی بارش سے سیراب کرتا رہے اور اس کی قبر صبح و شام رحمت سے سیراب ہوتی رہے۔

اور اللہ اس کو فوز و رضا کی جنت میں آباد کرے جس میں رضوان سے وہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں۔

قصیدہ (۵)

شیخ عمران بن علی بن رضوان جو بلاد فارس کے شہر لنگ کے باشندے تھے انھوں نے بعض ملحدین کے رد اور شیخ کی شان میں یہ چند اشعار کہے ہیں۔

لوگوں کے قصیدے محمد بن ہاشمی کے دین کی مذمت میں صبح و شام پیش ہوتے ہیں

جنمیں اہلِ ضلالت کے لئے لوگوں نے یہ ملمع کاری کی ہے کہ کتاب ہی ہدایت ہے اس کی پیروی کرو اگر ان اشعار کا کہنے والا اپنی پہلی بات کو مضبوط پکڑ لیتا تو وہ ہدایت پا جاتا اور درست ہو جاتا اور بھرپور سعادت حاصل کر لیتا جس میں کسی موحد کو کوئی شک نہیں۔

لیکن وہ اپنی باتوں سے پھر گیا اور ان کی نہایت خراب تاویل کی۔

اس کی بات اس شہد کی طرح ہے جس میں مہلک زہر ملا ہے، جو بھی کھائیگا"
ہلاک ہو جائے گا۔

شیخ نے بعض اہل جہالت کا مشاہدہ کیا کہ وہ اصحابِ قبور کو پکار رہے ہیں۔
کسی تاج کو شمسان کو اور اسی جیسے دوسرے قبہ یا مٹی یا مشہد کو۔
جن سے وہ تقرب اور شفاعت کی امید رکھتے اور ان سے مدد کے امیدوار ہیں
شیخ نے دیکھا کہ قبر پرست نذر و قربانی کے ذریعہ تقرب حاصل کر رہے ہیں۔
علماء و مشائخ نے ان مذموم افعال کو دیکھ کر بھی مخالفت نہ کی۔
بلکہ ان کو جائز کہا اور ان کے کھانے میں شریک ہوئے جو قبروں کے لئے
ذبح کرتے اور ذریعہ دیتے تھے۔

شیخ ان کے پاس کھلی ہوئی نصیحت اور عمدہ کلام کے ساتھ آئے۔
اور ان کو دعوت دی کہ وہ صرف اللہ ذو الجلال ہی کی بندگی کریں۔
اور کسی فرشتے اور کسی صالح و سید کو اس میں شریک نہ کریں۔
ان باتوں سے لوگ بھڑک گئے، اور کہنے لگے کہ ایسی عجیب باتیں تو ہم سے
کبھی نہ کہی گئیں۔

یہ باتیں تو ہمارے آباؤ اجداد اور اصحاب عقل و سیادت نے بھی کبھی نہ کہیں۔
ہم نے تمام آباؤ اجداد کو اپنے اس طریقے پر پایا ہے۔ لہذا ہم انہی کی اتباع بھی
کریں گے۔

شیخ نے جب اپنے دور کے لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو ان کے خلاف اور بھی سخت ہو گئے اور ان سے کہا! میری قوم کے لوگو! تم نے کیا اللہ واحد کا لاتعداد شریک بنالیا ہے۔ لوگ اگر انصاف کرتے تو ان کی ان خوبیوں کا اعتراف کرتے کہ انھوں نے گمشدہ چیزوں کو ظاہر کیا ہے۔

اور ان کی وفات کے بعد ان کے لئے دعائے خیر کرتے جس سے اس راہ نما کی حمایت کا بدلہ چکتا۔

لیکن لوگوں نے دشمنی کی اور اکڑتے رہے اور حاسدوں ہی کا طور طریقہ اختیار کر رکھا اور ان پر وہ بہتان لگایا جس کے وہ خود مرتکب تھے۔ اور ان کی اشاعت بھی کرتے تھے۔ لوگ ان پر یہ بھی بہتان لگاتے تھے کہ شیخ اپنے ماننے والوں کو جنت اور حور عین کی قطعی بشارت دیتے ہیں۔

ہرگز نہیں! یہ ان کی شان نہیں بلکہ وہ اس کے ذریعہ موحدین کے لئے ثواب کے امیدوار تھے۔

لوگوں نے ان سے کہا اے کافر بدکار لیکن ان حاسد دشمنوں کی ان باتوں سے انھوں نے رنج نہیں کیا۔

قریش بھی ان سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جادوگر، کاہن اور ظالم کہا کرتے تھے۔

لوگوں نے شیخ کو امتِ محمدیہ کا خائن کہا حالانکہ وہ امت رسول کے ہر طرح خیرخواہ

تھے۔ انھوں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ ارض و سماء کے مالک کو ایک سمجھو اور اس کے
سوا سب کی بندگی کو چھوڑ دو۔

اور سنت بیضاء کو مضبوط پکڑ لو اور شک اور اضافہ کے ساتھ ذرا بھی اِدھر
نہ ہٹو اسی دعوت پر لوگوں نے ان کو خائن کہا حالانکہ اسی کے لئے تو رسول مبعوث کئے
گئے تھے۔ حضرت آدمؑ اور نوح سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

اور انبیاء کے بعد ان کے خلفاء نے ان کے متبعین نے اور ہر ہدایت یافتہ شخص
نے بھی یہی کہا۔

ان کا یہی طریقہ تھا جس پر وہ جمے رہے۔ جو ان کی اتباع کرنا چاہتا ہو وہ بھی
انہی باتوں کی پیروی کرے۔

قصیدہ

(۶) شیخ احمد بن مشرف الاحسائی

شیخ مشرف نے یہ قصیدہ فیصل بن ترکی کی مدح میں لکھا ہے جس میں شیخ کے
متعلق یہ اشعار کہے۔

لوگوں نے اس امام کو پناہ دی جو اللہ کے لئے داعی بن کر کھڑا ہوا تھا جس کا
نام شیخ الاسلام "محمد" تھا۔

اسلام کی غربت کے وقت انھوں نے اس کو واضح کیا حالانکہ ملحدین نے اسے

چھپانے کی پوری کوشش کی تھی۔ انھوں نے راہِ شریعت کی تجدید کی جبکہ وہ مٹ چکی تھی۔ اس طرح وہ اس عالم و مجدد کے ذریعہ معزز ہو گئی۔

انھوں نے اپنے علمی درس سے اس کے مٹتے ہوئے نشانات کو زندہ کیا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے شرک کو بھی فنا کیا۔

اور مشرکین کے بہت سے شبہات کو اپنی واضح دلیل سے دور کیا۔

اور توحید کے عنوان پر جامع اور مختصر رسالے لکھے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حق جاننے والوں کی ہدایت کی۔

انھوں نے قرآن کے وہ دلائل ائمہ کی مستند حدیثوں سے پیش کئے جو اندھوں کے لئے شفا ہیں۔

سلطان عبد العزیز اور ان کی جماعت نے قلت تعداد اور تنگیٔ معاش کے باوجود ان کی مدد کی۔

شیخ اللہ کے بارے میں کسی ملامت سے نہیں ڈرتے اور کسی باطل و ظالم کے حملے بھی اُن کو نہیں روک سکتے۔

علماءِ اسلام اور غیر مسلم محققین کی شہادتیں

(۷) علامہ سید محمود شکری آلوسی

علامۂ عراق سید محمود شکری نے اپنی کتاب تاریخ نجد کے آخر میں لکھا ہے کہ شیخ محمد نجد

کے علاقہ کے ایک علمی گھرانے کے فرد تھے۔ ان کے والد شیخ عبدالوہاب امام احمد بن حنبل کے مذہب کے عالم وفقیہہ تھے وہ شہر عینیہ اور پھر حریملا رمیں قاضی تھے۔ اور یہ بارہویں صدی ہجری کا ابتدائی دور تھا۔ شیخ کو حدیث وفقہ کی پوری معرفت حاصل تھی۔ ان کی تصنیفات میں بہت سے مسائل اور ان کے جوابات بھی شامل ہیں۔

شیخ عبدالوہاب کے والد شیخ سلیمان بھی عالم وفقیہہ تھے اور اپنے دور میں علمائے نجد کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔ علوم شرعیہ کے پورے ماہر تھے۔ نجد میں علمی ریاست ان پر ختم تھی۔ انھوں نے کتابیں بھی لکھیں، درس بھی دیا اور فتاوے بھی تحریر کئے۔

اس کے باوجود شیخ محمد اپنے والد اور دادا کے طریقے پر نہیں تھے بلکہ ان کو سنت کے بارے میں شدید حمیت وتعصب تھا۔ اور علمار میں سے جو لوگ بھی حق کے مخالف ہوتے تھے یہ ان کے سخت معارض ہوتے تھے۔ غرضیکہ شیخ محمد صحیح معنوں میں عالم تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شیوہ تھا۔ وہ لوگوں کو نماز اور اس کے احکام اور تمام مسائل دین سکھاتے تھے اور جماعت کی پابندی کا حکم دیتے تھے۔ انھوں نے لوگوں کو تعلیم دینے اور اطاعت پر ترغیب دینے اور اصول اسلام کی تعلیم اسکے شرائط واحکام دین سیکھنے کے لئے سخت جدوجہد کی اور شہر والوں کو حکم دیا کہ وہ روزانہ صبح کی نماز اور مغرب وعشار کے درمیان مساجد میں دینی مذاکرہ کیا کریں جن میں اللہ اور اس کے دین وارکان دین کی معرفت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے نسب و

بعثت اور ہجرت کی معلومات حاصل کریں۔ شیخ نے سب سے پہلے کلمۂ توحید کی طرف دعوت دی۔ اور ان تمام عبادات کا حکم دیا جو اللہ کے لئے خاص ہیں جیسے دعاء، قربانی، نذر، خوف امید، خشیت، رغبت، توکل اور انابت وغیرہ۔

آپ کی کوششوں سے نجد والوں میں کوئی بھی دین اسلام کے احکام سے جاہل باقی نہ رہا بلکہ سب نے اسے سیکھ لیا حالانکہ وہ چند خواص کے علاوہ بقیہ پہلے بالکل ناواقف تھے اور لوگ آپ کی پسندیدہ سیرت اور آپ کے مفید ارشادات سے بھی بہت مستفید ہوئے۔

(۸) علامہ امیر شکیب ارسلان

علامہ شکیب ارسلان نے اپنی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" کے چوتھے جزو میں "تاریخ نجد الحدیث" کے عنوان کے تحت لکھا ہے

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے دمشق[1] میں علم حاصل کیا اور پھر وہاں سے بغداد بصرہ گئے اور حجۃ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ ابن قیم اور ابن عروہ حنبلی وغیرہ مشہور حنبلی علماء کی کتابوں سے استفادہ کیا اور اسلام کو اس کے ابتدائی صاف ستھرے حالات

---

[1] شام جانے کا ارادہ کیا لیکن خرچ کی کمی کیوجہ سے بغداد ہی سے لوٹ آئے۔

شریعت کی مطلوبہ زیارت کا انکار نہیں کیا جس کا مقصد انسان کو موت اور آخرت کا یاد دلانا اور مردے کے لئے دعا کرنا ہے بلکہ آپنے صرف زیارت بدعیہ کا انکار کیا جو شرعی امور پر مشتمل ہے جیسے استغاثہ یا وسائل شرک جیسے اللہ کے لئے قبر کے پاس نماز پڑھنا اور قبر کے پاس دعا مانگنا۔

میں لوٹانے پر غور کرنے لگے۔ اسی بنا پر وہابی لوگ اپنے مذہب کو عقیدۂ سلف کا نام دیتے ہیں اور انھیں اسکا حق بھی ہے کیونکہ انھوں نے انگلی کی پور برابر بھی عقیدۂ سلف کی مخالفت نہیں کی ہے۔ انکی کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں۔ اور اسی بنا پر انھوں نے اولیاء اللہ پر اعتقاد کا انکار کیا اور قبروں کی زیارت اور غیر اللہ کیساتھ استغاثہ اور ان تمام باتوں کا انکار کیا جو شرک میں داخل ہیں اور اپنے افکار کی صحت کی دلیل میں انھوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے استشہاد کیا اور میرا خیال ہے کہ شیخ نے بھی وہی سب باتیں کہیں ہیں جو علامہ ابن تیمیہ نے کہی تھیں

(۹)

الشیخ محمد حامد الفقی رئیس جماعۃ انصار السنۃ المحمدیہ

شیخ حامد الفقی نے اپنی کتاب "اثر الدعوۃ الوہابیۃ" میں لکھا ہے۔

وہابیت کی نسبت امام مصلح شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب مجدد الف ثانی کی طرف ہے جبکہ یہ نسبت عربی قیاس کے خلاف ہے بلکہ اس تحریک کی نسبت محمدیت رکھنی چاہیے تھی اس لئے کہ صاحب دعوت اور اس کے بانی کا نام تو محمد تھا نہ کہ عبد الوہاب"

شیخ حامد نے اس کے بعد کہا کہ وہ لوگ حنبلی ہیں اور فروعی مسائل میں دوسرے مذاہب کے متبعین کی طرح یہ لوگ امام احمد بن حنبل کے مذہب میں سخت متعصب ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ زبانی اور تحریری کسی طرح بھی اس کے دعویدار نہیں کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کسی نئے مذہب کے داعی ہیں اور نہ انھوں نے جان بوجھ کر کوئی ایسی چیز ایجاد

کی ہے جو سلف صالحین کے پاس نہ رہی ہو۔ ان کو عمل اور ان کی کوشش دین صحیح پر عمل کرنے کے لئے تھی۔ اور لوگوں کو قرآن کی تعلیمات کی طرف لوٹانے اور توحید و بندگی الٰہ واحد کی طرف دعوت دینے کے لئے یعنی کہ لوگ اللہ کے فرمان بردار ہو جائیں اسی کے سامنے جھکیں، اسی کو پکاریں، اسی کی نذر مانیں، اسی کی قسم کھائیں، اسی پر توکل رکھیں اور اسی کے قوانین کی فرمانبرداری کریں۔

اور اسماء و صفات کی توحید کے بارے میں ان سے متعلق آیات پر لوگ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح وہ نازل ہوئی ہیں۔ نہ تحریف کی جائے نہ تادیل نہ اسکی تشبیہ دی جائے نہ تمثیل۔ بلکہ ٹھیک انہی پر قائم رہا جائے جو قرآن عربی میں وارد ہوئی ہیں۔ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور جن پر صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین اور سلف و خلف قائم و عامل تھے۔ اور لا الٰہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ کی تحقیق اس کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔

(۱۰) علامہ عبد المتعال الصعیدیؒ

علامہ صعیدی نے اپنی کتاب "المجددون فی الاسلام" میں لکھا ہے کہ

شیخ اپنے اس طویل علمی سفر کے بعد اپنے شہر واپس ہوئے اور اس تحریک کے لئے ان کے پاس اتنے اسباب مہیا تھے جتنے دوسرے علمائے نجد کے پاس نہ تھے۔ آپ ان میں سب سے وسیع علم کے مالک اور ان علمائے سلف کے حالات سے خوب

اچھی طرح واقف تھے جو اصلاح امت کی تحریک میں وابستہ رہے تھے اور اس معاملہ میں وہ جمود اور تغافل کا شکار نہ ہوئے تھے جس میں اکثر علمائے حاضر بتلا تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے بدعات تک کو اصولِ دین سمجھ کر اختیار کر لیا تھا۔

شیخ جب اپنے شہر واپس ہوئے تو ان بدعات پر خاموش رہنے کے لئے وہ دیگر علمائے نجد کی طرح راضی نہ ہوئے اور ان کے خلاف جنگ کر کے اپنے حنبلی اسلاف خصوصاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد کو تازہ کرنے کا ارادہ کیا۔ شیخ نے ابن تیمیہ کی اصلاحی کتابیں اور مسائل شروع ہی میں پڑھ رکھا تھا۔ لہذا انھوں نے ابن تیمیہ کی طرح توحید عبودیت اور اصحاب قبور قبور کی طرف توجہ کرنے کی مخالفت شروع کر دی۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اپنے شہر میں اپنی دعوت شروع شروع میں نرمی اور محبت کے ساتھ شروع کی پھر وہ اس کو حجاز اور دوسرے علاقہ کے امراء کی طرف پیغام کی صورت میں بھیجنے لگے۔ اہل شہر نے جب شیخ کو اپنی دعوت پر مصر پایا تو ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ لہذا شیخ ان کو چھوڑ کر نجد کے دوسرے شہر درعیہ منتقل ہو گئے۔ درعیہ کا امیر اس وقت محمد بن سعود تھا جس کے سامنے شیخ نے دعوت پیش کی اور اس نے اس کو قبول کر لیا۔ اور بلاد عرب میں اس کی نشر و اشاعت اور حمایت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ شیخ سعودی امارت کی حمایت کے ساتھ ساتھ اس دعوت کو اپنی وفات ۱۲۰۶ھ تک پھیلاتے رہے۔

(۱۱) علامہ محمد رشید رضا

علامہ محمد رشید رضا، نے اپنی کتاب "صیانۃ الانسان" کا تعارف کراتے ہوئے ان بدعات کا ذکر کیا ہے جو علم اور کتاب و سنت پر عمل کی کمزوری کے سبب نیز ان خرافات کی ملوک و سلاطین کی طرف سے حمایت اور جہلاء کی تائید کا ذکر کرنے کے بعد شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں لکھا۔

کہ جن صدیوں میں بدعات کی کثرت ہوئی وہ صدیاں علمائے ربانیین کے وجود سے خالی بھی نہیں تھیں جو اپنی دعوت تعلیم اور بہترین رہنمائی کے ذریعہ اس امت کے لئے ان کے دین کی تجدید فرماتے ہیں جو اس دین سے غلو کرنیوالوں کی تحریک اور باطل پرستوں کے غلط انتساب اور جہلا کی فاسق تاویلات کو دین سے دور کرتے ہیں جس کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی بھی انہی عادل مجددین میں سے تھے جو توحید خالص اور الہ واحد کی بندگی کی دعوت کے لئے کھڑے ہوئے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس کو مقرر کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بیان کرایا۔ ہے اور بدعات اور معاصی کو ترک کرانے کے لئے مہم اور اسلام کے متروکہ شعائر اور اس کی برباد کردہ حرمت کی تعظیم کرانے کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔ شیخ کی مخالفت کرنے کے لئے تین طاقتیں متحد ہو کر کھڑی ہوگئیں۔ (۱) حکومت اور حکام کی قوت (۲) حکومت کے حامی منافق علماء کی طاقت (۳) جاہل عوام کی قوت۔

آپ کے خلاف ان کا سب سے مضبوط ہتھیار یہ تھا کہ آپ جمہور مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ وہ کون تھے جنھوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی مخالفت کی۔ یہ وہ دیہاتی تھے جو اہل جاہلیت سے زیادہ بدتر تھے جن کی گذر بسر ہی لوٹ مار پر تھی۔ جو محض کمائی کی خاطر مسلمانوں کا خون حلال سمجھتے تھے۔ اور ہر معاملہ میں اپنے ظالم شرکش بادشاہوں کو اپنا حاکم سمجھتے تھے۔ اور اسلام کی اکثر متفق علیہ بات کا بھی انکار کرتے تھے جن کے انکار کی جرارت کوئی جاہل مسلمان بھی نہیں کرسکتا۔

(۱۲) احمد بن عبدالغفور حجازی کا بیان

علامہ حجازی نے اپنی کتاب "محمد بن عبدالوہاب" میں لکھا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب وہ جوشیلے نوجوان تھے جو طریقۂ اسلام کے موافق آزادیٔ رائے کے سب سے بڑے حامی تھے۔ بڑے اخلاص اور جوش کے ساتھ اس کی دعوت دیتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ اسلام کو ماحول کے قیود سے آزاد کردیں اور اپنی قوم کی خستہ تقلید سے اس کو نکال لائیں۔ چنانچہ اس جمود اور پسماندگی کے خلاف ان کی مشہور انقلابی تحریک قائم ہوئی۔ جس میں انھوں نے ان امراض کے خلاف نہایت سنگین لڑائی لڑی۔ لیکن اپنے ان تمام طریقۂ کار میں انھوں نے صاف ستھری علمی تنقید ہی کا شعار اختیار کیا۔

(۱۳) ڈاکٹر طٰہٰ حسین جزیرہ عرب میں عقلی اور ادبی زندگی کی تحقیق کرنے

والے کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اٹھارہویں صدی کے وسط کی اس مضبوط تحریک کو نظرانداز کردے جس کی طرف شرق و مغرب کی جدید دنیا متوجہ ہوئی اور اسکے معاملے کی اہمیت محسوس کرنے پر مجبور ہوئی۔ اس تحریک نے اپنے بڑے عظیم نشانات چھوڑے جن کو بعض معمولی چیزوں نے داغدار بھی کیا۔ لیکن وہ پھر ابھری اور ان دنوں میں اس نے بڑی شدت اختیار کی اور نہ صرف جزیرۃ العرب کو بلکہ یوروپین ممالک کو بھی متاثر کیا۔

یہ وہابی تحریک تھی جس کو نجد کے ایک شیخ محمد بن عبدالوہاب نے برپا کیا تھا ڈاکٹر صاحب موصوف نے شیخ کی زندگی اور ان کے علمی اسفار اور ان کی دعوت کا مختصر ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ جدید مذہب اپنے معنی کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن عصر حاضر کے اعتبار سے جدید ہے۔ البتہ حقیقت کے اعتبار سے وہ قدیم ہے۔ اس لئے کہ یہ اسلام خالص کی وہی مضبوط دعوت ہے جو شرک و بت پرستی کے خلاف اور صاف ستھرے اسلام کی طرف دعوت دیتی ہے۔ یہ اس اسلام کی طرف دعوت ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے تھے۔ جو اخلاص سے بھرپور اور اللہ اور عوام کے درمیان ہر قسم کے واسطہ کو دور کرتی ہے وہ اسلام عربی کی احیاء اور اس کی تطہیر کی دعوت ہے جو جہالت اور غیر عربی اختلاط کے نتیجہ سے دوچار ہوگیا تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اہل نجد کے ان عقائد کی تردید کی۔ جنھیں وہ جاہلیت کی طرف لوٹ کر اختیار کرچکے تھے اور اگر ترکوں اور مصریوں نے

اکٹھا ہو کر اپنی پوری طاقت اور اسلحہ کے ساتھ اس کے اصل مرکز پر جنگ نہ کی ہوتی تو امید تھی کہ یہ مذہب بارہویں صدی ہجری و تیرہویں صدی ہجری میں تمام عربوں کو متحد کر دیتا۔ جس طرح قرنِ اول میں اسلام کے ظہور نے عربوں کو متحد کر دیا تھا۔ لیکن جو بات ہمیں اس مذہب کے بارے میں متوجہ کر رہی ہے وہ اس کا وہ اثر ہے جو عربوں کی عقلی اور ادبی زندگی پر پڑا اور یہ اثر مختلف حیثیتوں سے بڑا عظیم تھا۔ اس تحریک نے عرب قومیت کو بیدار کر دیا اور اس کے سامنے ایک اعلیٰ مثال رکھی جس کو اس نے پسند کیا اور اس کی راہ میں تلوار قلم اور نیزوں سے جہاد کیا اور یہ تمام مسلمانوں کا گمشدہ اثاثہ تھا اور اہل عراق اور شام اور مصر بلکہ تمام جزیرۂ عرب خاص طور پر متاثر ہوا۔

۱۴ - حافظ وہبہ

حافظ وہبہ نے اپنی کتاب "جزیرۃ العرب" میں شیخ کی مختصر سیرت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے شیخ محمد بن عبدالوہاب نبی تو نہیں تھے۔ جیساکہ "نیبہر ڈنمارکی" نے دعویٰ کیا ہے، لیکن وہ مصلح، مجدد اور دینِ حق کی طرف لوٹ جانے کے داعی تھے اسلئے شیخ محمد کی نہ کوئی مخصوص تعلیم تھی نہ مخصوص رائے بلکہ وہ جو کچھ نجد میں کہہ رہے تھے۔ وہ سب کا سب امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کے مطابق تھا اور عقائد میں وہ سلف صالحین کے متبع تھے۔ اور ان کے علاوہ دوسروں کے مخالف تھے۔ اور انکی تعلیمات پوری کی پوری مطابق تھیں۔ ان تعلیمات کے جن کو ابن تیمیہ اور اُن کے

شاگردوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اگرچہ وہ چند فروعی مسائل میں ان سے بھی اختلاف رکھتے ہیں۔

۱۵۔ مُحمّد بنْ قاسم

محمد بن قاسم نے اپنی کتاب "تاریخ یورپ" میں لکھا ہے کہ وہابی اپنے عقیدہ اور مذہب میں اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر تھے اور ان کے مذہب کی اصل بنیاد توحید الٰہی تھی۔

۱۶۔ اُستاذ منہج ھارون

استاذ منہج ہارون نے ایک انگریز مصنف "کانٹ ویلز" کی تردید میں لکھا ہے کہ جب سعودیوں کی طاقت بڑھنے لگی اور وہ عراق، شام، اور یمن کو دھمکی دینے لگے تو سلطنت عثمانیہ یا بالفاظ دیگر اس وقت کی بے ایمان سیاست کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ عربوں کا دل عبدالعزیز بن محمد بن سعود سے پھیر دے جو کہ عربوں کی بزرگی و شرافت کو واپس لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ترکوں نے اپنے اعمال میں سے بعض مشائخ کو شیخ کے خلاف دسیسہ کاری کے لئے اُبھارا۔ چنانچہ وہ شیخ کے بارے میں بے دلیل باتیں کہنے لگے۔ اور امام احمد بن حنبل اور دوسرے مذاہب کے اختلافی مسائل کو اچھالنے لگے تاکہ جو لوگ اس نام سے منسلک تھے وہ مطعون ہوں اور رائے عامہ گمراہ ہو اور لوگ سمجھیں کہ یہ نئے مذہب والے لوگ ہیں اور وہ اس کا اعتراف نہ کریں حالانکہ وہ لوگ امام احمد کے مذہب سے

جو لوگ سلف صالح کا مذہب ہے مطلقاً نہیں باہر ہوئے تھے اور نہ انھوں نے دین کے بارے میں کوئی نئی بات کہی اور جو کچھ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے کہا وہی سب کچھ ان کے پہلے مشہور ائمہ اور صحابہ کرام نے کہا۔ اور وہ امام احمد بن تیمیہ کے مسلک سے بھی ذرہ برابر نہیں ہٹے تھے۔

۱۷- عمر ابو النصر

شیخ عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "ابن سعود" میں محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت ان صالح تحریکوں کے علاوہ کوئی نئی تحریک نہیں ہے جو ان بدعات اور مفاسد کو دور کرنے کے لئے اُٹھی تھیں جنھوں نے دین اسلام کو داغدار کر ڈالا تھا اور یہ وہی عمل ہے جسے بعض مشائخ نے دین کی ترویج واشاعت کے لئے کیا اور جب ہم اس دعوت کی تحقیق میں اس کے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کو تنقید و تحقیق کی کسوٹی پر کستے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ یہ تحریک امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ جیسا کہ ان کے بعض نقاد کہتے ہیں۔ بلکہ ان کا مذہب تو امام احمد بن حنبلؒ ہی کا مذہب ہے اور ان کی دعوت اور مطالبات میں کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن اور سنت رسول اللہ کے موافق نہ ہو۔

یہ لوگ ان گمراہیوں کا سد باب کرتے ہیں جن کو بعض مشائخ اور غیر مشائخ

پھیلا رہے ہیں اور قبوں قبروں اور مزارات کے ارد گرد کھڑے رہنے کا یہ اہتمام اور ان جگہوں پر نماز پڑھنے خوشبو جلانے اور اصحاب قبور سے شفاعت طلب کرنے کی وہ سخت مخالفت کرتے ہیں جبکہ اسلام بھی ان کو ان سب باتوں سے روکتا ہے اور اسلام میں نہ کوئی واسطہ ہے نہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت کر سکتا۔

۱۸۔ محمد کرد علی

محمد کرد علی نے اپنی کتاب "القدیم الحدیث" میں ایک مستقل باب وہابیت کے متعلق لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب صرف ایک داعی تھے انھوں نے لوگوں کو ضلالت کی راہ سے نکال کر ہدایت کی طرف لگایا اور دین خاص کی طرف چلایا تو اس وقت بعض مخالفین کی طرف سے شدت ظاہر ہوئی تو یہ ان کی بدوی طبیعت کی بناء پر تھی اور ہم نے مسلمانوں کی بہت کم جماعتوں کو دینداری سچائی اور اخلاص وللہیت میں ان وہابیوں کی طرح سخت پایا ہے۔ ہم نے ان کے عوام وخواص کو سالہا سال آزمایا ہے لیکن ہم نے ان کو اسلام سے ذرہ برابر بھی ہٹا ہوا نہیں پایا۔ اور جو تہمتیں ان کے دشمن ان پر لگاتے ہیں، وہ سب جھوٹی اور بے بنیاد ہیں۔

۱۹۔ احمد بن سعید البغدادی

احمد بن سعید البغدادی نے اپنی کتاب "ندیم الادیب" میں لکھا ہے کہ اس جماعت

کی صفت یہ ہے کہ وہ حنبلی المذہب ہے اور ان کے اعتقاد کے بارے میں جو کچھ مورخین نے لکھا ہے وہ معروف و مشہور ہیں۔

قارئین کتاب کے سامنے احمد سعید کے کلام کا پورا متن "کتاب ندیم الادیب" صفحہ ۱۱ سے نقل کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ "اس گروہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ حنبلی المذہب ہے اور مورخین نے اس گروہ کے عقائد کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب محرف ہے اور اس کو غور سے مطالعہ کرنے والے کو اس میں تھوڑا تضاد ملے گا۔ اس لئے کہ اکثر مشرقی مورخین انگریزوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ لہذا جس مؤرخ کی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے اگر وہ صاحبِ روایت ہے اور روایت میں سچا ہے تو آپ اس کتاب کے مترجم کو دیکھیں گے کہ وہ ایک ایسا لفظی ترجمہ کرے گا کہ اصل کتاب کی خوبی برباد ہو جاتی ہے اور اگر مؤرخ جھوٹا ہے تو پھر کیا کہنا کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدح و تعظیم کے اوصاف سے متصف کرنے سے روکتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ گروہ قرآن کے قدیم ہونے پر ایمان رکھتا ہے بس اسی سے اس کا تناقض پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو شخص قرآن کے قدیم ہونے کا دعویدار ہوگا وہ قرآن کی ہدایت پر بھی ایمان رکھتا ہوگا اور قرآن میں اللہ نے آپ کی مدح ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝   اور بیشک آپ البتہ بڑے اخلاق پر فائز ہیں

اور اللہ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت و درود بھیجتے ہیں آپ پر ایمان والو درود بھیجو آپ پر اور سلام بھیجو آپ پر۔

اس کے علاوہ دوسری بہت سی آیات ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت کے اوصاف سے متصف کیا جائے جیسے قدرت، ارادہ، علم غیب وغیرہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ و علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اوصاف الہیہ کے ساتھ متصف کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِىْ وَثَنًا يُّعْبَدُ

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے

جو شخص اس گروہ کے عقائد کا اچھی طرح مطالعہ کرنا چاہتا ہے اسے امام احمد بن حنبل رح کے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ ان کا مذہب بھی حنبلی ہے۔

اس گروہ سے حاکم مصر کی جنگ کا سبب جس کو مشہور مورخ موسیو سیدیو فرانسیسی نے لکھا ہے۔ اور محمد علی پاشا مرحوم کے حکم سے اس کا یہ پورا بیان ہی اس کی کتاب کے ترجمے سے نکال دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

انگریزوں اور فرانسیسیوں کو جب معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ابن سعود اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور تمام عرب ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور بظاہر ہے کہ ان دونوں کا اٹھ کھڑا ہونا صرف دین کے احیاء کے لئے ہے تو ان کو خوف ہوا

کہ کہیں مسلمان بیدار نہ ہو جائیں اور ان سے مل کر متحد ہو جائیں اور مسلمانوں کی
دینی غفلت دور ہو جائے اور اسلام اپنے اسی شاندار دور کی طرف نہ لوٹ جائے
جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھا اگر ایسا ہوا تو پھر نتیجے میں دینی جنگیں برپا ہوں گی۔
اسلامی فتوحات عمل میں آئیں اور بالآخر یورپ کو زبردست نقصان سے دوچار
ہونا پڑے گا۔ چنانچہ دونوں نے مل کر حکومت عالیہ کو محمد بن عبد الوہاب اور ابن سعود
کے خلاف جنگ پر ابھارا اور یہ کام محمد علی پاشا کو سونپا گیا اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ (دیکھ
اصل کتاب) اور یہ گروہ ان سب باتوں سے بری ہے جنھیں جہلا ان کی طرف منسوب
کرتے ہیں۔ اور جو بھی برا کہے گا بھگتیگا اور غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے وہی سب سے
بڑی فیصلہ کن ہستی ہے۔ (عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز۔)

۲۰۔ علامہ زرکلی

علامہ زرکلی نے کتاب الاعلام جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان
نجدی جزیرۃ العرب میں اس نئی دینی اسلامی تحریک کے رہنما تھے وہ نجد کے مقام عینیہ
میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے اور دو مرتبہ حجاز کا سفر کیا پھر مدینہ گئے اور بصرہ
کا سفر کیا پھر لوٹ کر نجد آئے اور حریملاء میں سکونت اختیار کی اخیر میں عینیہ منتقل ہو
گئے۔ مذہب سلف صالح پر چلتے تھے توحید خالص اور ترک بدعات اور اوہام پرستی
کو مٹانے کی دعوت دیتے تھے۔ ان کی دعوت جدید عالم اسلامی میں بیداری کی
پہلی چنگاری تھی جس سے ہند، مصر، عراق و شام وغیرہ میں مصلحین امت متاثر ہوئے

چنانچہ بغداد میں آلوسی کبیر پیدا ہوئے افغانستان میں جمال الدین افغانی مصر میں محمد عبدہ شام میں جمال الدین قاسمی اور تیونس میں خیر الدین تونسی اور بھوپال میں صدیق حسن خاں اور کلکتہ میں امیر علی جنھوں نے ان کی مدد کی اور مشہور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے قلب میں اہل توحید کے ذریعہ اس کی طاقت مضبوط کی اور ان کے مخالفین نے اس کو وہابیت کا نام دیا ابن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرتے ہوئے۔

۲۱- ڈاکٹر محمد عبداللہ ماضی

ڈاکٹر عبداللہ ماضی استاذ تاریخ الاسلام جامعہ فواد الاول نے اپنی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" میں "النهضة العربية السعودية" کے عنوان سے لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد ابن عبداللہ کو عربوں میں رسول بنا کر بھیجا جو کہ عام انحطاط اور پستی وزوال کی حالت میں تھے۔ ان کی کوئی ایسی وحدت نہ تھی جو ان کو مربوط رکھتی نہ کوئی صالح فکر تھی جو ان کو اکٹھا رکھتی لیکن اسلام کے اصولوں کی اشاعت ہوئی تو ان کو توحید پر اکٹھا کر دیا اور عقیدہ میں سب کو ایک کر دیا اور ان سے ایک مضبوط امت عربیہ مسلمہ پیدا کی اور دین حنیف کی بنیاد پر ان کے لئے ایک سلطنت قائم کی اسی طرح محمد بن عبدالوہاب نے بارہویں صدی ہجری کے نصف میں تصحیح عقیدہ اور اسلام صحیح کی طرف لوٹنے کی دعوت دی اور نجدیوں کو از سر نو اسلام قبول کرنے کی طرف بلایا کیونکہ ان کے عقائد فاسد اور ان کی سیرت تباہ ہو چکی تھی

اور سیاسی نجدی رہنما محمد بن سعود بھی ابن عبدالوہاب کی دینی اصلاحی دعوت کی مدد کرنے لگا اور اس کی اشاعت اور لوگوں کو اس دعوت کو قبول کرنے پر ابھارنے لگا۔

۲۲۔ محمّد ضیاء الدّین الریسؔ

محمد ضیاء الدین الریس جامعہ فواد الاول میں تاریخ اسلامی کے استاذ نے کویتی مجلہ الارشاد میں یہ مضمون لکھا کہ اس دعوت کے بانی محمد بن عبدالوہاب تھے جو نجد کے مقام شہر عینیہ میں ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے اور اپنے وطن ہی میں علم حاصل کیا۔ پھر علم ہی کی تحصیل میں مدینہ، مکہ، احساء بصرہ اور بغداد اور دمشق اور ایران کا سفر کیا۔ ان مختلف سیاحتوں سے بڑا گہرا علم اور وسیع معلومات حاصل کیں اور عالم اسلامی کے حالات سے واقف ہوئے اور انھوں نے معاشرہ کی موجودہ حالت کا دین صحیح کے افکار سے موازنہ کیا جس کے نتیجہ میں یہ جدید مذہب پیدا ہوکر مشہور ہوا اور یہی سفر اس عظیم اصلاحی تحریک کا سبب بنا اور وہابی صحیح معنوں میں کوئی مذہب نہیں اور وہ اس حد تک نہیں جاتا کہ اس کی کوئی الگ تفسیر کی جائے یا اس کا کوئی مخصوص نظریہ ہو۔ دین اسلام کے بعض گوشوں کو سمجھنے کے لئے اور وہ مجموعی طور پر سنی مذہب معروف کی حدود سے الگ بھی نہیں اور وہابی فروعی فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی اتباع کرتے ہیں اور عقائد میں اہل سنت اور خصوصیت سے امام اہل سنت علامہ

ابن تیمیہ کے مسلک کے مطابق اور ابن تیمیہ ایک طرح سے ابن عبدالوہاب کے استاد ہیں۔ اگرچہ دونوں کے درمیان چار صدیوں کا فاصلہ ہے۔ شیخ نے ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کی تعلیمات سے پوری طرح متاثر ہوئے۔ وہابی دعوت کے بنیادی اصول یہ ہیں۔

توحید کے مفہوم کو شرک کے شائبوں سے پاک کرنا ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی اور دین کو صرف اللہ کے لئے خالص کرنا اور غیر اللہ سے پناہ نہ لینا اور رسول کی بزرگی میں ایسا غلو نہ کرنا کہ وہ فطرت بشریہ سے ان کو خارج کر دیں اور اس رسالت کے معنی کی تحدید کرنا جس کی تبلیغ کے لئے اللہ نے ان کو پابند کیا ہے۔

اور ان کے عقائد کی بنیاد دین سمجھنے کے لئے مذہب سلف کی طرف رجوع کرنا اور قرآن مجید کی آیات کی تفسیر اور رسول اللہ صلعم کی احادیث ہیں۔ اور وہابی ان پیچیدگیوں کو ناپسند کرتے ہیں جن کو متکلمین فلاسفر اور صوفیار نے اسلام میں داخل کر دیا ہے اور اجتہاد سے وہ روکتے نہیں۔ اسی طرح جہاد کے واجب ہونے کی ضرورت کے وہ قائل ہیں اور یہ تحریک ایک اخلاقی تحریک تھی اور روحانی انقلاب تھا اور دین حق اور اصلاح کی طرف دعوت تھی۔ اس تحریک نے خوابیدہ عقلوں کو بیدار کر دیا اور جامد احساسات کو متحرک کر دیا اور عقیدہ کی صفائی اور خرافات اور اوہام سے عقلوں کی طہارت کے لئے دین میں دوبارہ غور کی دعوت دی۔ یہ تحریک دونوں مرکزوں پر حاوی ہوگئی جن کا عالم اسلامی کی ترقی میں بڑا بھاری اثر ہوا اور

وہ دونوں مرکز مذہب سلف کی طرف کتاب وسنت پر اعتماد کرنے کے ساتھ رجوع کی دعوت اور اجتہاد کے مبداء کو ثابت کر دیا۔ یہ دونوں مبداء اس روحانی فلسفی تحریک کی بنیاد تھے اور حقیقت یہ ہے کہ تمام اصلاحی تحریکات جو مشرق میں انیسویں صدی میں ظاہر ہوئیں وہ اسی اصول کے ثابت ہونے سے وہابی تحریک کی رہینِ منت تھیں اور ممکن ہے کہ ان تمام تحریکات کا آپس میں تعلق متعین کیا جا سکے۔ اقتباس، نقل اور تاثر کے اعتبار سے۔

۲۳- عبدالکریم الخطیب

عبدالکریم خطیب نے اپنی کتاب "محمد بن عبدالوہاب" میں بعنوان "آزاد عقل" لکھا ہے کہ کلمہ طیب بابرکت کلمہ ہے جس کی جڑ مضبوط اور شاخ آسمانوں میں ہے اس لئے کہ کلمۂ حق ہے اور حق اللہ کے سایہ میں ہوتا ہے۔ اللہ اس کو برکت دیتا ہے۔ اور اس کی مدد کرتا ہے اور محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کلماتِ طیبہ میں سے ہے۔ کیونکہ وہ بھی حق ہی کی طرف منسوب ہے۔ اور اسی کی داعی ہے اور اسی کی راہ میں جدوجہد بھی کر رہی ہے اس لئے یہ دعوت بابرکت ہے اور پھل پھول سے بھری اور خیر سے بھرپور رہے، صاحبِ دعوت اللہ کی طرف بلانے کے لئے کھڑے ہوئے اس سے اُن کی غرض نہ تو جاہ طلبی تھی نہ وہ حکومت کے طالب تھے بلکہ وہ حق کی راہ لوگوں کے لئے روشن کر رہے تھے اور ان کے لئے وہ پگڈنڈیاں اور دلدل صاف کر رہے تھے جن کو شیطان اور ان کے معاونین نے قائم کر رکھا

تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہابی دعوت اس بم کی طرح تھی جو لوگوں کی نیند کی حالت میں آدھی رات کو پھٹ پڑے۔ یہ تحریک ایک بھاری بھر کم مضبوط گرجدار آواز تھی جس نے تمام اسلامی معاشرہ کو بیدار کر دیا اور مدتوں سے اپنے وطنوں میں سوئے ہوئے لوگوں کی نیند حرام کر دی۔

۲۴۔ شیخ محمد بشیر شھسوانی ھندی

مؤلف "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ دحلان" نے لکھا ہے کہ

ہر صاحبِ عقل جس کو لوگوں کے حالات کا ذرا بھی علم ہوگا اور کچھ بھی ان کی خبر و تعریف کو سنا ہوگا وہ جانتا ہے کہ اہل نجد وغیرہ جنھوں نے شیخ کی دعوت قبول کی اور ان کی پیروی کی یہ انتہائی ضلالت وجہالت میں مبتلا تھے اس میں نہ کسی عقلمند کو کوئی شک ہے نہ کوئی واقف حال اختلاف کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کی دعوت سے شرک کے نشانات اور مقامات مٹا دیئے اور کفر و شرک اور اس کی عبادت گاہوں کو منہدم کر دیا اور ملحدین و شیاطین کو ناکام کیا اور جن بستیوں اور وادیوں پر اُن کا غلبہ ہوا وہاں کے باشندوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور توحید وہدایت کا پابند کر دیا اور ان لوگوں کو کافر ٹھیرایا جنھوں نے قیامت کا انکار کیا اور ان اہلِ جفا وجہالت کو بھی جنھوں نے اس میں شک کیا۔

اور شیخ نے نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا اور منکرات اور نشہ آور چیزوں کو چھوڑ دینے کی تاکید کی اور دین میں بدعت پیدا کرنے سے روکا اور

دین کے اصول و فروع میں سلف صالحین کے اتباع کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہوگیا اور آپ کی دعوت سے شریعت و سنت کی راہ واضح ہو گئی۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قیام عمل میں آگیا اور حدود شرعیہ کی تجدید ہوگئی اور دینی تعزیرات قائم ہوگئیں۔ جہاد کا جھنڈا بلند ہوگیا۔ اور اہل شرک و فساد سے کلمۃ اللہ کی بلندی کے لئے جہاد کیا یہاں تک کہ انکی دعوت عام ہوگئی اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول اور پیشوایان دین اور عام مسلمانوں کے لئے ان کی خیر خواہی ثابت ہوگئی اور اللہ نے ان کے ہاتھوں منتشر دلوں کو اکٹھا کر دیا اور دشمنی کو محبت میں بدل دیا اور اللہ کی نعمت سے سب بھائی بھائی ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی بدولت فتح و عزت اور اتنا غلبہ عطا کیا جو ان جنگلوں اور چٹانوں میں رہنے والے کو معلوم بھی نہ تھا اور ان پر احساء و قطیف کی فتح دلائی اور وہ عمان سے مصر تک عرب پر غالب آگئے اور یمن سے عراق و شام تک عرب ان کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔ یہاں تک کہ نجد دین و دنیا کی طلب کے لئے عربوں کا مرکز بن گیا اور جو کچھ عزت و فتح اور اقبال و ترقی نصیب ہوئی لوگ اس پر فخر کرنے لگے۔ میں نے اپنی نظم میں شیخ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تعریف کے بعد کہا ہے

اس شیخ جلیل پر جس نے اللہ کے قانون کو غالب کر دیا　　وہ باہمت امام جس نے چھپے ہوئے حق کی تائید کی

اس دعوت کا بانی نجد میں اس حق کا ظاہر کرنے والا ہے جس کا لوگوں نے انکار کیا تھا اس شرک قبیح نے نجد کو چھپا لیا تھا اور تمام بڑے شہروں اور بستیوں کو سمیٹ لیا تھا۔ شیخ ان کے پاس اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے آئے کہ درخت اور قبروں کو چھوڑو، اس اللہ کی بندگی کرو جو تمہیں رزق دیتا ہے جس نے اس پوری کائنات کو بھی پیدا کیا ہے۔

انھوں نے اپنی تیز تلوار کے ساتھ شرک سے جہاد کیا اور اس زبان سے جو چھپے ہوئے حق کو ظاہر کرنے والی تھی۔

ان کی روشن دعوت اس دنیا کے اکثر حصوں تک پہنچ گئی اللہ کا دین پوری طرح پھیل گیا اور الحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور نجد میں سنت کو واضح کر دیا اور وہاں شرک کے محلات کو نیست و نابود کر ڈالا۔ نجد روشن ہو گیا اور فخر کرنے لگا اور نجدیوں کو حق ہے کہ فخر کریں۔

۲۵۔ محمد جمیل بیہم کا بیان

محمد جمیل بیہم نے اپنی کتاب "الحلقۃ المفقودۃ فی تاریخ العرب" میں بعنوان "آل سعود فی حکم آل عثمان" کے تحت لکھا ہے کہ وہابی تحریک اور سعودیوں کی پہلی حکومت "سترہویں صدی کے اخیر میں ترکوں نے روس اور ایران کے ساتھ اپنی جنگوں میں پے در پے شکست کھائی۔ عربوں نے ان کے قومی جہاد میں پوری طرح کام کیا۔ پھر اٹھارہویں صدی کے شروع تک ترکوں کے تحت

سلطنت پر پے در پے پانچ نااہل فرمانروا آئے۔ لہٰذا ان کی حکومت کے دوران ہی قومی تحریک اٹھی اور ان سب میں میدان وسیع ہوتا گیا اور ایسی تحریک کے لئے جو جذباتی طور پر قومی تھی اور مقصد کے اعتبار سے دینی تھی۔

نجد میں اور تقریباً تمام متفرق جزیرۃ العرب میں یہ تحریک عربوں کو متحد اور آزاد کرنے لگی اور اس کے ذریعہ اسلام اولی کی تحریک اٹھ پڑی۔ یعنی وہابی تحریک کے ذریعہ۔ اس مذہب کا چلانے والا ایک تمیمی آدمی تھا۔ جس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا جس نے بغداد اور بصرہ میں علم حاصل کیا۔

اور جب وہ اٹھارہویں صدی کے نصف میں نجد واپس ہوئے تو انھیں یہ دیکھکر بڑا گراں گزرا کہ ان کا وطن اور پورا جزیرۂ عرب بے انتہا جہالت میں بھٹک رہا ہے اس تحریک کو لے کر وہ کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو قرآن اور شریعتِ بیضا پر اعتماد کرنے کی دعوت دی۔ وہی شریعت جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے چھوڑا تھا۔

اور آپنے انبیاء اور اولیاء کی تعظیم میں غلو کرنے سے منع کیا۔ اور اس دوران وہ ترکوں کو بھی ان کی تحکمانہ روش پر ٹوکتے رہے اور ان کے خلاف شرع فاسد اخلاق پر ملامت بھی کرتے رہے۔ اور نجد وغیرہ کے قبائل دین صرف اس حد تک جانتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں ان کی دعوت پر وہ متوجہ ہوئے اور ان آداب کو مضبوطی سے پکڑ لیا جن کا انھوں نے حکم دیا۔

شیخ کے مریدین کا لیڈر محمد بن سعود تھا جو حکمت و شجاعت میں یکتا تھا۔ محمد بن عبد الوہاب نے قیادت کا جھنڈا اس کے لئے گاڑ دیا اور اس کی عظیم عقل سے یہ کام لیا کہ وہ قبائل کو متحد کر دیں اور انھیں جزیرہ کے اطراف کی طرف بھیج دیں تاکہ وہابی تحریک پھیل جائے۔

اور اس وقت جزیرۂ عرب کے مشہور امراء، حجاز کے اشراف اور احسار کے بنو خالد اور عینیہ کے آل معمر اور عراق میں آلِ سعدون اور صنعاء میں امام المتوکل اور نجران میں سادات تھے۔ نجد نے ان سب کے خلاف ایک ہیبت ناک جنگ کا اعلان کر دیا۔ جس کی غرض مذہب وہابی کی بنیاد پر اصلاح تھی۔

(۲٦)

استوارد امریکی، مؤلف "حاضر العالم الاسلامی" کا بیان

استوارد امریکی جس پر علامہ شکیب ارسلان نے حاشیہ لکھا ہے وہ کتاب کی پہلی فصل میں لکھتا ہے۔

عالم اسلامی اپنی پستی کی حد اور انحطاط کی انتہائی گہرائی تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے تمام اطراف میں ظلمت و تاریکی چھا چکی تھی اور اخلاق و عادات کا بگاڑ عام ہو چکا تھا اور دین اسلام پر بھیانک تاریکی کا پردہ پڑ گیا تھا اور وہ وحدانیت جسے صاحبِ رسالت نے لوگوں کو سکھایا تھا اس کو خرافات کے غلاف اور صوفیت کی چادر نے چھپا رکھا تھا اور مسجدیں نمازیوں سے خالی ہو گئی تھیں اور طرح طرح

کے جاہل مدعیوں کی کثرت ہوگئی تھی۔ اور فقراء مساکین کا دور دورہ تھا جو ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر پہنچتے رہے۔ ان کی گردنوں میں گنڈے، تعویذ اور تسبیحات ہوتی تھیں اور لوگوں کو باطل شبہات میں مبتلا کرتے تھے اور حج کے موسم میں عوام کو اولیار کی قبروں کی طرف راغب کرتے تھے اور لوگوں کو قبروں میں مدفون لوگوں سے شفاعت کے لئے کہتے تھے۔

اور لوگوں سے قرآن کے فضائل غائب ہو چکے تھے اور ہر جگہ شراب اور افیون پی جانے لگی تھی۔ رذائل عام ہو گئے تھے اور بلا کسی خوف و حیات حرمت کے پردے چاک چاک کر دیئے گئے۔ اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہ وہ باتیں پائی جاتی تھیں جو دوسرے اسلامی شہروں میں نہیں تھیں۔ الغرض مسلمان غیر مسلم بن گئے تھے اور انتہائی گہری کھائیوں میں گر گئے تھے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں زمین پر واپس آجاتے اور مدعیان اسلام کی ان حالتوں کو دیکھتے تو ان مسلمانوں پر ایسی لعنت بھیجتے جیسی مرتد اور بت پرستوں پر بھیجا کرتے تھے۔

عالم اسلامی اسی ظلمت و تاریکی میں غرق تھا کہ ایک بدوی آواز صحرا کے قلب سے جو اسلام کا گہوارہ تھا اٹھی جو ایمان والوں کو جگا رہی تھی اور ان کو صراط مستقیم کی طرف پلٹنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اس آواز کا بلند کرنے والا وہی مشہور مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب تھا جس نے وہابیت کی آگ روشن کی

وہ بھڑکی اور روشن ہوئی اور اس کے شعلوں نے تمام عالم اسلامی کے گوشوں کو روشن کر دیا پھر اس داعی نے مسلمانوں کو ابھارا کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور اسلام کی قدیم بزرگی اور عزت کو دوبارہ حاصل کریں۔ صبح اصلاح کی کرنیں چمکیں پھر عالم اسلام میں عظیم بیداری کی شروعات ہوئی۔

۲۷۔ بروکلمان کے تاثرات

بروکلمان نے "تاریخ الشعوب الاسلامیہ" جلد ۴ اور "الاسلام فی القرن التاسع عشر" میں الحرکتہ الوھابیہ فی البلاد العربیہ کے عنوان سے لکھا ہے جزیرۂ عرب میں محمد علی کو اتنی تائید نہ ملی جتنی مصر و شام میں ملی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کے قلب نجد میں شیخ محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوئے وہ قبیلہ بنو تمیم سے تھے۔ ان کی پیدائش سترہویں صدی کے اخیر اور اٹھارہویں کے اوائل میں ہوئی۔ شیخ محمد پروان چڑھے۔ علم کی صحبت اور فقہ و شریعت کی تعلیم میں خود کو مشغول رکھتے ہوئے اور قدیم عادات کے مطابق انھوں نے عالم اسلامی کی مشرقی راجدھانیوں کی طرف سفر کا ارادہ کیا تاکہ علم اس کے مرکز میں پہنچ کر حاصل کریں۔ بغداد میں انھوں نے احمد بن حنبل کی فقہ پڑھی جو چوتھے سنی مذہب کے بانی تھے۔

اور انھوں نے احمد ابن تیمیہ کی کتابیں پڑھیں جنھوں نے چودہویں صدی میں امام احمد بن حنبل رح کی تعلیمات کو زندہ کیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں اماموں کی تعلیمات نے شیخ کو اس یقین تک پہونچایا کہ اسلام ان کے دور میں اپنی موجودہ شکل کے اندر

اور خاص طور پر ترکوں میں ایسی ناگوار باتوں سے مخلوط ہوگیا ہے جنھیں دین صحیح کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی۔

لہذا جب وہ اپنے شہر کی طرف لوٹے تو سب سے پہلی کوشش یہ کی کہ وہ اسلامی عقیدے اور عبادات کو اس تنگنائے میں ان کی اصلی شکل وصورت میں میں لوٹائیں۔ پھر وہ محمد بن سعود کے ساتھ ملے جہاں انھیں بڑی مدد اور پشت پناہی ملی اور کچھ مدت گذر جانے کے بعد ان کی تعلیمات کو مددگار اور معتقدین ملے۔ انھوں نے رسول اور اولیاء کی تقدیس پر تنقید کی جو مختلف صورتوں میں موجود تھی۔ اور وہ عیسائیوں کی تقلید کی دیکھی دیکھا مسلمانوں میں بہت دنوں سے رائج تھی جو لوگ اس تقدیس کے قائل تھے ان پر شرک کا فتویٰ لگایا اور قرآن نے جن سے جنگ کرنے کا فیصلہ بھی دیا ہے تاکہ لوگ اپنی ضلالت سے باز آجائیں یا ہلاک ہوجائیں[1]۔

---

[1] یہاں مصنف نے بہت اجمال سے کام لیا ہے ورنہ دراصل اس کی مراد یہ ہے کہ وہ منع کررہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کی بندگی کی جائے ان سے مدد مانگی جائے وغیرہ جیسی باتیں جن کو عوام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی تقدیس سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ وہ شرک اکبر اور کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔ تم کو غور کرنا چاہیے۔ نیز یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی تقدیس بھی نہیں بلکہ حقیقت میں ان کی تنقیص ہے اس لئے کہ آپ اور آپ کی امت کے اولیاء ان باتوں کو پسند نہیں کرتے اور جس کا خیال یہ ہو کہ ان باتوں کو آپ اور آپ کی امت کے اولیاء پسند کرتے ہیں تو دراصل یہ شخص آپ کی تنقیص کرتا ہے اور آپ کے متعلق برا خیال رکھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس یہ ہے کہ آپ کی اتباع کی جائے اور آپ کی شریعت کی تعظیم کی جائے اور آپ سے ایسی سچی محبت کی جائے جو جان ومال اہل وعیال اور تمام لوگوں کی محبت پر

اور شیخ محمد نے اپنے مریدین سے جمعہ کی ادئیگی اتنی سختی سے کرائی جن میں رحم دعفو کی کوئی جھلک بھی نہ تھی اور لباس میں ہر قسم کی زینت[۱] سے بھی روکا اور مردوں کو خاص طور پر ریشم کے پہننے سے بھی منع کیا۔ اور مساجد اور مقبروں کو ملمع کرنے اور مزین کرنے کو بھی حرام قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ اسلامی محرمات کے فہم کو اور وسعت دی اور مختلف قسم کی نشہ آور چیزوں کو بھی حرام کیا تمباکو کو حرام قرار دیا جس کا اعلان تقریباً تمام حنبلی اور غیر حنبلی فقہاء نے کیا تھا جب وہ شروع شروع میں مشرقی ملکوں میں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مصلح افکار یا جذبات میں اتنا نہیں متمتع ہوا تھا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے تھے۔ متمتع نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیخ لوگوں کو سنت رسول کے اتباع کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے لئے دین

غالب ہو۔ اسی طرح اولیاء کرام کی تقدیس یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے ان کی سیدھی راہ کی اتباع کی جائے ان پر مہربانی کی جائے لیکن نہ ان کے بارے میں غلو کی جائے اور نہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ان کی بندگی کی جائے واللہ ولی التوفیق۔ (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

[۱] اس عبارت میں اجمال ہے کیونکہ مطلق زینت کی حرمت کا حکم نہیں۔ کیوں کہ مباح زینت سے نہ حضرت شیخ نے منع کیا نہ کسی اور عالم نے بلکہ مباح و حلال زینت کے استعمال کا تو اللہ نے حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد اے بنی آدم اپنی زینت ہر مسجد کے پاس استعمال کرو۔ ممکن ہے مصنف نے یہاں زینت سے حرام زینت مراد لی ہو کیونکہ وہ کفار اور عورتوں کی مشابہت پر مشتمل ہے یا شاید اسبال ازار کی طرف اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔ (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

ترک ان پر بھڑک اُٹھے لیکن ان کا یہ غصہ کسی عقیدے کی بنیاد پر نہیں تھا یا اس مذہب جدید کی تحقیق کے بعد ان کے نتیجہ کی بنیاد پر بھی نہ تھا۔ جن کا انھوں نے بے جانے بوجھے انکار کر دیا تھا بلکہ صرف اس بدگمانی میں کہ وہ بلاد عرب میں ان کی سامراجی چالوں کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوں گے۔

شریف مکہ نے علماء سے محمد بن عبد الوہاب کے اس مذہب کے بارے میں ان کی رائے طلب کی سب نے اس مذہب کی صحت کا اعتراف کیا۔

محمد علی پاشا نے بھی ۱۲۱۵ھ میں خاص اسی غرض سے مکہ کے علماء کو اکٹھا کیا لیکن سب کے فیصلے اس مذہب کی سچائی ہی کے بارے میں تھے۔ پھر بھی ترک ظلم پر مصر رہے حالانکہ محمد بن عبد الوہاب امن کے ایلچی تھے اس سلسلہ میں یہ کافی ہوگا کہ ہم ان وجوہات کو بھی بیان کر دیں جو وہابیوں اور غیر وہابیوں کے اختلاف کا باعث بنے۔ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی سطح سے بلند ایک بشر تھے۔

(۲) وہابیوں نے اولیاء اللہ کی بندگی کی حرمت کا اعلان کیا جب کہ وہ عام مسلمانوں میں رائج تھی حتیٰ کہ ابن سعود کو اولیاء اللہ کے قبوں کو ڈھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ خفاوی نے یہاں بھی لکھا ہے کہ میں بھی اس رائے کا مؤید ہوں۔ اس لئے کہ تم بھی مصر کی کسی بھی قبر پر جاؤ تو وہاں جاہلوں کو دیکھو گے کہ جو کھٹوں کو چوم رہے ہوں گے اور اولیاء سے استغاثہ کرتے ہوں گے لیکن اللہ کو یاد نہیں کریں گے

کے ان اضافوں کو جائز نہیں سمجھتے تھے جنھیں پچھلوں نے جائز کر لیا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ قوموں نے بھی کیا تھا۔ شیخ نہ تو بالکل جدت پسند تھے نہ اصولوں کو ایجاد کرنے والے تھے جن کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے بلکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محض تابع تھے۔

۲۸۔ مصطفیٰ حنفاوی کا بیان

مصطفیٰ حنفاوی نے دلیز کی کتاب "ابن سعود اس کی سیاست اور اسکی سازشیں" میں لکھا ہے کہ مصنف نے یورپ کی بعض ان تحریکات کا ذکر کیا جو ان کے فاسد معاشرے کی اصلاح کے لئے برپا ہوئی تھیں تو اس نے یہ بھی لکھا کہ جب مسلمانوں کے شہروں میں بھی بگاڑ عام ہوا تو جزیرۂ عرب میں محمد بن عبدالوہاب اٹھ کھڑے ہوئے جو بدعت کے خلاف جنگ کرتے تھے اور لوگوں کو متحد ہونے کی دعوت دیتے تھے لیکن وہ بھی دوسرے مصلحین کی طرح ستائے گئے اور ملحد و زندیق کی تہمت ان پر لگائی گئی اور شہر سے بھگائے گئے یہاں تک کہ محمد بن سعود کے پاس پناہ لی۔

مصنف نے ان کی ولادت اور علمی سفر کا ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ جب شیخ اپنے شہر واپس آئے تو دین صحیح کی تبلیغ کا پختہ ارادہ کر لیا اور جب وہ سعود کے گھر سے وابستہ ہو گئے اور محمد بن سعود نے شیخ کی لڑکی سے شادی کر لی تو اس وقت سعودیوں نے اس جدید مذہب کی بھرپور مدد کرنا شروع کر دی، ہاں

بلکہ قبروں میں دفن کی ہوئی پرانی ہڈیوں پر ہی ان کو اعتماد ہو گا۔

(۳) مسلمان سات دینی مجلس منعقد کرتے ہیں لیکن وہابی صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا تہوار مناتے ہیں۔ پھر مصنف نے کہا ہے کہ وہابی اور غیر وہابیوں کے درمیان جب بھی اختلاف ہو گا تو ہم وہابیوں ہی کو فوقیت دیں گے۔ کیونکہ وہ اپنی عبادات میں تحقیق کرتے ہیں اور قرآن اور حدیث یاد کرتے ہیں اور شریعت عربی کا حکم دیتے ہیں اور رسول کی منع کی ہوئی باتوں سے روکتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے اوپر ریشمی لباس پہننے کو حرام قرار دیتے ہیں اور سونے کے زیورات کا استعمال اور شراب کا پینا اور تمباکو کا پینا حرام کرتے ہیں اور جادو اور جوئے اور دوسری ناپاکیوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔

۲۹۔ مستشرق "سیڈیو" کا بیان

سیڈیو نے "تاریخ العرب العالم" میں ترکوں کے غلبہ سے نجات پانے کی عرب تحریک اور عمان میں پرتگالیوں کے غلبہ سے نجات پانے کی تحریک کے ذکر کے بعد لکھا ہے۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ جزیرۃ العرب نے اپنی مکمل آزادی اٹھارویں صدی کے اوائل ہی میں حاصل کر لی۔ اپنے دشمنوں کی کمزوری اور اپنی جدوجہد کی برکت سے اور صرف یہ چیز رہ گئی کہ ان کی فتح کسی ایسے مرکز کے ساتھ مضبوط ہو جائے جس کے ارد گرد سب لوگ جمع ہو جائیں۔ اس کام کو کرنے کا مقصد نجد کے ایک قبیلہ نے

کیا جو ۱۷۴۹ء کے قریب اس کے لئے کھڑا ہوا۔ یہ وہی تحریک تھی جس کو آگے بڑھنے والے وہابیوں نے اٹھایا تھا اور اب تک اس کا اثر بڑھ رہا ہے اور ان کے مستقل اثرات ہمیشہ ہمیش کے لئے جزیرۃ العرب میں قائم رہیں گے۔

اس فتح کی بنیاد رکھنے والا عبدالوہاب[1] تمیمی تھا جس کو بچپن ہی سے عرب کے آداب و علوم کے حصول کا شوق تھا اور انھوں نے اہل مذہب کے خیالات پر اچھی طرح معلومات حاصل کیں وہ بغداد بصرہ اور ایران گئے۔ ان کی معلومات بڑھیں اچھی طرح سے انھوں نے اپنی قوم کے حالات اُن کے رجحانات ان کی فطرت پر غور کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ جب تک مسلمان قرآن کے احکامات کی نگہداشت نہیں کریں گے تو ان کی وہ بہادری نہیں لوٹ سکتی جس کی عظمت کے ان کے اسلاف عادی تھے اور اس دینی اصلاح سے جو لیڈر اُبھرا اس کی غرض اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اپنے سابقہ عہد کی طرف لوٹ آئے۔

ابن عبدالوہاب[2] نے مسلمانوں کے بہت سارے اعمال کے خلاف جنگ بھی کی۔ خاص طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی تعلیم کے سلسلے میں بھی وہ لڑے اور اپنے مددگاروں کو ان قبروں کے ڈھانے پر اُبھارا اور انھوں نے اس بات

---

[1] یہ مؤرخ کی غلطی ہے ان کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا۔

[2] یہ مصنف کی غلطی ہے ورنہ اس دعوت کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب ہیں۔

کے لئے بھی جنگ کی کہ ترک لوگوں کے اخلاق خراب کر رہے تھے۔ انھوں نے نشہ آور چیزوں کے لینے دینے پر بھی جنگ کی۔ جن چیزوں کی انھوں نے لوگوں کو نصیحت کی وہ یہ تھیں کہ

شریعت لوگوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں اور ان پر زینت کو حرام کرتی ہے[1]، قاضیوں کو پابند کرتی ہے مکمل صفائی ستھرائی کے لئے۔

اور جن چیزوں پر خاص طور پر انھوں نے توجہ دی وہ اپنی قوم میں جہاد کی روح پیدا کرنا جس کی وجہ سے جہاد نے عجیب و غریب فتح حاصل کرائی۔

یہ ممکن نہیں کہ ان کے اقوال کو الحاد پر محمول کیا جائے کیونکہ کثرت سے انھوں نے قرآن کی سورتوں کا اعادہ کیا ہے۔

وہ اسلام صحیح کی تعلیم کی موافقت کی بناء پر اپنے اصولوں کے لئے انتہائی موثر ہوئے۔ چنانچہ قبائل نجد کے سرداران کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ تنہا تنہا بھی اور جماعت کے ساتھ بھی وہ محمد بن سعود کی قیادت میں قوم سالیخ پر مشتمل چھوٹے چھوٹے فوجی دستے ترتیب دیتے تھے۔ اور شیخ محمد نے درعیہ میں اس

---

[1] غور کیجئے کہ ہمارے دین سے بیگانہ اس مورخ نے شیخ الاسلام کی صحیح تعلیمات کو کتنی اچھی طرح پہچان لیا اور خوب جانتا تھا کہ آپ لوگوں کو دین صحیح کی طرف لوٹانا اور بدعات و شرکیات سے صاف کرنا چاہتے تھے اور کتنے انصاف سے اس نے کام لیا اور پیغمبر اسلام کے دین صحیح کی حقیقت اور اس کی تعلیمات کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا گیا اسے وہ خوب جانتا ہے جسے اکثر مدعیان اسلام بھی نہیں جانتے۔ جیسے مردوں کے لئے ریشم اور سونے کا استعمال نہ کہ مطلقاً زینت۔

نئے مذہب کو گلے لگایا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے ابن سعود میں جو جنگی جذبات دیکھے وہ دوسروں میں نہیں پایا۔ لہذا انھوں نے اس سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ وہابی حکومت کی سیاست اس کے حوالے کرتے ہوئے شیخ محمد نے دین محمد کو ایک نئی تازگی بخشی اور ان خرافات کو دور کر دیا۔ جو مدتوں سے چلی آرہی تھیں اور قرآن کو ان تمام بُری باتوں سے خالی کیا جو اس کی طرف منسوب کی گئی تھیں[۱]۔

اور جو لوگ ائمہ مسلمین کی طول طویل شرحوں سے متاثر تھے ان کے لئے یہ شرحیں دیرپا ثابت نہ ہوئیں اور یہ نفوس واضح اور وسیع مسائل کی طرف لوٹ پڑے۔ اس طرح عبدالوہاب کی اصلاحی راہوں کو قبول عام حاصل ہوا۔

۳۰۔ علی طنطاوی کا بیان

علی طنطاوی نے شیخ کی ولادت سے قبل بدعات کی کثرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ رسولؐ اور صالحین اور قبور، قبوں، درختوں اور مزارات کے ساتھ نفع نقصان کا عقیدہ رکھتے تھے۔ انہی سے حاجات بھی طلب کرتے

---

[۱] دیکھو اس اجنبی مؤرخ نے ہمارے دین کے متعلق اس عظیم مصلح کی تعلیم کو کس طرح سمجھ لیا ہے کہ شیخ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ دین صحیح کی طرف لوٹ جائیں اور دین بدعات و بت پرستی سے پاک ہو جائے، پھر اس اجنبی نے کتنے انصاف سے کام لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح دین جان گیا اور ان بدعات وخرافات سے بھی واقف ہو گیا جو دین خالص پر چھا گئی ہیں جو آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتیں اور جنھیں اکثر نام نہاد مسلمان بھی نہیں جانتے ہیں۔ اور بقیہ ارکان اسلام کی ادائیگی بھی۔

اور مشکلات میں انہی کی طرف رجوع کرتے۔ انہی کی نذر مانتے اور قربانی بھی کرتے اور مردوں کی تعظیم بڑی شدت سے ہونے لگی تھی۔

اور اس جاہلیت جدیدہ میں سب سے بڑا حصہ نجد کا تھا۔ نجد والوں میں جہالت اور بداوت اور فخر اکٹھا ہوگیا تھا۔ نجد کے تمام علاقوں میں جتنے امراء تھے سب بستیوں کی تعداد کے اعتبار سے منقسم تھے۔ ہر قریہ میں ایک امیر تھا اور ہر علاقہ میں ایک جمعیت بھی اور ہر امارت میں ایک قبر تھی جس پہ عمارت تھی یا کوئی درخت تھا اور اس پر انسانی شیاطین مجاور بیٹھے تھے جو لوگوں کے لئے کفر کو سنوار کر کے پیش کیا کرتے تھے اور لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ قبروں کے ساتھ اعتقاد رکھنے کی۔ ان کے لئے ذبیحہ کرنے، تبرک حاصل کرنے اور ان کے پاس دعا مانگنے کی۔

پھر مصنف نے بطور مثال ایک درخت کا بھی ذکر کیا جس کو شجرۃ الذیب (بھیڑئیے کا درخت) کہا جاتا تھا اور زیدؓ ابن خطاب کی قبر کا بھی۔ اور علماء بہت تھوڑے تھے اور حکام ظالم تھے اور لوگ بے لگام تھے ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور مضبوط کمزور پر حملہ آور ہوتا تھا۔

ایسی فضا میں شیخ محمد بن عبدالوہاب پروان چڑھے۔ انھوں نے اسلام کے سورج کو گہناتے ہوئے دیکھا اور کفر کی ظلمت کو بڑھتے اور پھیلتے ہوئے پایا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھلائی کا ارادہ کیا اور ان کے لئے یہ مقدر کر دیا

کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خبر دی ہے کہ وہ اس امت کے دین کی تجدید کے لئے اٹھائے جائیں گے
بلکہ شیخ ہماری تاریخ کے تمام مجددین میں اس وصف کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
ان کے ہاتھوں سے نجد کو صحیح توحید، دین حق اور اختلاف کے بعد محبت اور تقسیم
کے بعد اتحاد کی طرف لوٹا دیا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ وہ کامل تھے کمال تو اللہ کے لئے ہے۔

اور نہ یہ کہتا کہ معصوم تھے۔ عصمت تو انبیاء کے لئے ہے۔ نہ یہ کہتا کہ وہ عیوب
اور غلطی سے پاک تھے لیکن یہ میں ضرور کہوں گا کہ یہ بیداری جو پورے نجد اور
جزیرۂ عرب میں عام ہو گئی اور جزیرۃ العرب تک پھیل گئی اور اس کے اطراف
یہاں تک کہ آخری اسلامی ملکوں تک پھیلی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان
کی بڑی نیکیاں ہیں۔ انشاء اللہ۔

۳۱۔ شیخ ابوالسمح عبد الظاہر کا بیان

شیخ ابوالسمح جو پہلے مسجد الحرام میں امام تھے۔ انھوں نے اپنے قصیدے
نونیہ میں اسلام اور مسلمانوں پر افسوس کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مجھے افسوس ہے ایمان اور اسلام پر — مجھے افسوس ہے ہدایت کے نور قرآن پر
مجھے افسوس ہے دین قدیم اور اسکے ماننے والوں پر — ایسا افسوس جو غم سے دل کو پگھلا دیتا ہے

مجھے افسوس ہے شیخ الامام محمد پر جو عالم ربانی تھے جو ہدایت کا نشان سخاوت کا سمندر اور بت پرستی پر حملہ آور تھے۔ جو نجد میں نبوت[1] کی جگہ پر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اسلام اور ایمان کی دعوت دینے لگے۔

یہاں تک کہ نجد اس مرغزار باغ کی طرح ہو گیا جو علوم و عرفان کے سایوں میں اٹھلاتا تھا، انھوں نے ہمارے لئے دین حنیف کو ویسا ہی زندہ کر دیا جس طرح وہ آیا تھا اور اس کو تلوار اور دلیل سے قائم کر دیا ان کی دلیل قرآن تھی اور وہ سنتیں جو سید القوم کی طرف سے روایت کی جاتی ہیں کتنے شرک خبیث اور اس کے پجاریوں سے انھوں نے جنگ کی اور جنگ میں انھیں پوری طرح ذلت کا مزہ چکھایا۔

اور توحید کو اچھی طرح واضح کیا جبکہ ذہنوں سے اس کے نشانات مٹ گئے تھے کتنی بدعات کو باطل کیا جنھوں نے شریعت کے صاف ستھرے گھاٹ کو گندہ کر دیا تھا اور اس نور کو روشن کیا جو برابر چمکتا رہا جس سے اللہ ہمیشہ ہدایت دیتا ہے اے رب ایک مومن عاجزی کرنے والے کی دعا کو قبول کر اور ان کے اوپر رضوان کی باران رحمت برسا۔ آمین

---

[1] یعنی وراثت نبوی علم دین کی تبلیغ کے منصب پر فائز تھے۔

۳۲- ایک فرانسیسی عالم کی رائے

برناڈلاس نے اپنی کتاب "العرب فی التاریخ" میں لکھا ہے کہ "شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اختلاط سے پاک سادہ اسلام کے نام پر جس نے پہلی صدی میں عروج حاصل کیا تھا لوگوں کو آواز دی کہ وہ اُن تمام باتوں سے دور رہیں جو اسلام کے عقیدہ اور عبادات میں اضافہ کر کے بڑھا دی گئی ہیں کیونکہ یہ سب اضافے بدعات ہیں اور اسلام صحیح سے میل نہیں کھاتے ہیں۔"

۳۳- مستشرق نمساوی کی رائے

جب ہم روشن اسلام اور وہابی تحریک کے تعلق کی تحقیق کریں گے تو ہمیں تاریخی اعتبار سے اس حقیقت کا لحاظ کرنا ہی پڑے گا کہ جو شخص خود کو حوادث اسلامیہ کے وقت منصف گردانتا ہے۔ اس کو ماننا پڑے گا کہ وہابی قوانین اسلام کے اسی طرح معاون و مددگار تھے جس پر اسے نبی صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے رکھا تھا لہٰذا وہابیت کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کو اسی شکل میں لوٹایا جائے جس میں وہ پہلے تھا۔"

۳۴- انگریز مستشرق "گب"

مسٹر گب نے اپنی کتاب "المحمدیہ" میں لکھا ہے کہ جزیرۃ العرب میں تقریباً ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴م

یں محمد بن عبد الوہاب امرا درعیہ آل سعود کے ساتھ مل کر مذہب حنبلی کی دعوت کی تحقیق

واثبات کا عزم لے کر کھڑے ہوئے اسی مذہب حنبلی کی طرف سے چودہویں صدی

عیسوی میں ابن تیمیہ نے بھی دعوت دی تھی۔ نیز گب نے اپنی کتاب "الاتجاہات المدنیۃ

فی الاسلام" میں لکھا ہے "لیکن فکری میدان میں وہابیت دین میں ظالمانہ مداخلت

اور اصول وحدت الوجود کے قائلین کے خلاف ان فتنوں سے دوچار ہوئی جو اسلام

میں توحید کو داغدار کر دینے کے درپے تھے لیکن ان فتنوں سے ابدی نجات کے

لئے وہابیت نہایت مفید کارگر ثابت ہوئی اور تجدید ملت کی رفتار عالم اسلامی

میں دھیرے دھیرے کامیاب ہونے لگی۔

۳۵ ـ برٹش انسائیکلوپیڈیا

برٹش انسائیکلوپیڈیا نے اپنے مقالہ "وہابیت" کے تحت لکھا ہے کہ "وہابیت"

اسلام میں تطہیری جدوجہد کا نام ہے اور وہابی صرف رسول کی تعلیمات کی اتباع

کرتے ہیں اور اس کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وہابیت کے دشمن دراصل

اسلام صحیح کے دشمن ہیں۔

۳۶ ـ مستشرقین کی ایک جماعت کی رائے

استاذ "ویلیفرڈ" نے کتاب الاسلام فی نظر الغرب جس کی تالیف مستشرقین

کی ایک جماعت نے کی ہے) میں لکھا ہے۔ محمد بن عبد الوہاب ہر چیز سے قبل یہی کہتے تھے کہ شرع اسلامی کے مطابق زندگی گزارو جس کا مطلب یہ ہے کہ پختہ مسلمان بنو، نہ کہ جذباتی ڈینگ اور وہ تقویٰ و جوش جیسے تمہارے لئے صوفیائے پیش کرتے ہیں کیونکہ اسلام کی اساس شرع ہے اور جب تم مسلمان بن کر رہنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ احکام شرع کے پابند ہو کر زندگی گذارو،،

۳۷۔ جرمن مؤرّخ

جرمن مورخ ڈاکٹر ڈاکبرٹ نے اپنی کتاب "عبد العزیز" میں جو ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی اور جسے ڈاکٹر امین رویحہ نے عربی میں منتقل کیا، وہابی تحریک کی بابت لکھا ہے "آل سعود کے پاس اُن کی اس تلوار کے علاوہ جسے وہ فتح کے وقت استعمال کرتے تھے۔ ایک دوسرا معنوی ہتھیار بھی تھا جسے وہ اپنی کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور یہ ہتھیار شیخ محمد بن عبد الوہاب کے کارناموں کا نتیجہ تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو اپنے عقیدے کی وجہ سے جلاوطن کیے گئے تھے۔ اور جنھوں نے درعیہ میں پناہ لی تھی جو اس وقت آل سعود کا دار الخلافہ تھا، شیخ کو ان کے پاس حفاظت و امان ملی۔

اور محمد بن عبد الوہاب کا دل اس فکر سے مملو تھا کہ دینی اساس پر عربی قوتوں کی تجدید کی جائے کیونکہ وہ سلف صالح کی سیرت سے دور ہو چکے تھے اور مختلف

ٹکڑیوں میں تقسیم ہو چکے تھے اور یہ کہ وہ اپنے اصل عربی خصائل سے دور جا پڑے تھے اور یہی سبب تھا ان کی پستی کا جس نے انھیں اجنبی نفوذ کی طعام گاہ بنا دیا تھا۔

۳۸- پروفیسر فلپ حتی کی رائے

لبنانی مورخ پروفیسر فلپ حتی نے اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں لکھا ہے "محمد بن عبدالوہاب اس خیال سے متاثر ہوئے کہ اسلام جیسا کہ اس کے معاصرین اس کا مقابلہ کر رہے ہیں عملی اور فکری اعتبار سے بڑی حد تک اس راستے سے ہٹ گیا ہے جس پر قرآن نے اس کو چلایا تھا اور شیخ نے فیصلہ کیا کہ وہ خود اسکو صاف کر دیں گے۔

۳۹- استاذ احمد حسین کی رائے

موصوف اپنی کتاب "مشاہداتی فی جزیرۃ العرب" میں شیخ کی دعوت کے ظہور سے قبل جزیرۃ عرب کی جہالت کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں "اس ماحول میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی پیدائش ہوئی ان کے والد عبدالوہاب شہر عیینہ کے قاضی تھے اور وہ بڑے جلیل القدر عالم تھے۔ شیخ نے اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ جلد ہی ان پر نجابت کی علامت ظاہر ہوئیں اور وہ فوراً ہی ان حالات کو سمجھنے لگے جن میں اہل بادیہ اسلام سے مرتد ہو کر بھٹکنے لگے تھے اور اس صورت حال کو بدلنے کے لئے ان کے اندر بھی وہی جذبات جوش مارنے

لگے جو ہر مصلح کے اندر موجزن ہوتے ہیں۔

جب وہ اپنی عمر کے بیسویں سال میں داخل ہوئے تو اپنی فصاحت اور علم سے کام لے کر اس خراب صورت حال کی بابت اپنے معاصرین سے ردوکد شروع کی ان میں کچھ آپ سے عمر میں بھی بڑے تھے لیکن انھوں نے آپ کی باتوں پر ذرا بھی توجہ نہیں دی۔

مصنف نے شیخ کے بصرہ و حجاز کے سفر اور آپ کی دوبارہ نجد واپسی اور درعیہ میں مستقل قیام اور امیر محمد بن سعود کے ساتھ اتفاق کا ذکر کرنے کے بعد یہ بحث اسطرح ختم کی۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے قصہ کی یہ ابتداء ہے اور ابھی یہ مکمل بھی نہیں ہوا ہے بلکہ امیر محمد بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پوتے در پوتے توحید کا علم مسلسل اٹھائے ہوئے ہیں اور آپ کی طرف سے اس حق کو ادا کر رہے ہیں اور اب عالم اسلام سب کا سب نور عرفان کی تاثیر سے متاثر ہے اپنی فطری صلاحیتوں سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور اس عشق و لگن کو سمجھنے لگا ہے اور تاریخ آل سعود کے نام کو ہمیشہ کیلئے ثبت کر چکی ہے جنھوں نے سب سے پہلے اس دعوت کو قبول کی اور اس کی مدد کی۔

۴۰۔ امام محمد عبدہ کی رائے

شیخ حافظ وہبہ نے اپنی کتاب ، جزیرۃ العرب میں ۵۰ سال ،، میں طلباء ازہر کی بابت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے محمد عبدہ مفتی مصر سے سُنا کر

ازہر میں اپنے اسباق کے دوران وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی بڑی تعریف کرتے تھے اور انھیں "عظیم مصلح" کا خطاب دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ شیخ نے اپنی اصلاحی دعوت ترکوں اور محمد علی البانی پر وقف کر دی تھی کیونکہ وہ سخت جاہل تھے اور ان علماء عصر کے پیرو تھے جو بدعات و خرافات کی تائید اور حقائق اسلام کی مخالفت میں اپنے پیشرو علماء کے طریقے پر قائم تھے۔

۴۱۔ مصری عالم احمد امین کی رائے

مشہور مصری عالم استاذ احمد امین نے اپنی کتاب "زعماء الاصلاح الاسلامی" میں نجد میں دینی اصلاح کی تحریک کی بابت فرمایا، "شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اپنے حجاز میں قیام کے دوران نیز عالم اسلام کے اکثر شہروں میں سفر کے وقت یہ دیکھا کہ توحید جو اسلام کی سب سے بڑی فضیلت ہے وہ برباد ہو رہی ہے اور اس میں بہت کچھ بگاڑ داخل ہو چکا ہے۔ اور توحید جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ اللہ واحد ہی اس عالم کا خالق اور اس پر با اقتدار ہے اور وہی ان قوانین کا بنانے والا ہے جن پر یہ عالم چل رہا ہے اور وہی اس دنیا کے لئے قانون ساز ہے اور اس کی مخلوق میں کوئی بھی نہیں جو اس کے پیدا کرنے اور اس کی حکمت میں اس کا شریک ہو اور نہ ہی کوئی اس کے کاموں کے چلانے میں اس کا معین و مددگار ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی مدد کی ضرورت نہیں خواہ اس کے مقرب بندے ہی

کیوں نہ ہوں تنہا اس کے ہاتھ میں حکومت ہے اور اس کے اختیار میں نفع و ضرر ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ عالم وجود میں حقیقی قوت والا جو قانون کے مطابق عالم کو چلا سکے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اور عالم وجود میں عبادت اور تعظیم کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں اور یہی قرآن کی تعلیم کا محور و مرکز ہے، فرمایا۔

قُلْ یَاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا	کہہ دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایسی بات
اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ	کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان
اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ	برابر ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی
بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا	بندگی نہ کریں اور نہ اسکے ساتھ کسی چیز کو
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا	شریک کریں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی چیز
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ	کو اللہ کے مقابلے میں رب بنائے پھر اگر وہ
	اس سے پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

پھر آج عالم اسلام ہر شائبہ سے پاک اس خالص توحید سے کیوں ہٹ کر اللہ کے ساتھ اس کی کثیر مخلوق کو شریک کرنے کی طرف مائل ہے۔ یہ اولیاء جن کی قبروں کی طرف رخ کیا جاتا ہے اور انھیں نذریں پیش کی جاتی ہیں اور یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ وہ نفع وضرر پر قادر ہیں۔

اور یہ بے شمار قبریں جو تمام علاقوں میں قائم کیجاتی ہیں لوگ اسکی طرف

سفر کر کے جاتے ہیں ان کو چھوتے ہیں ان کے لئے جھکتے ہیں اور ان سے اپنے لئے حصول خیر اور دفع شر کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہر شہر میں ایک یا متعدد ولی ہیں اور ہر شہر میں ایک یا متعدد قبریں ہیں۔ جنھیں کاموں کے چلانے اذیت دور کرنے اور حصول خیر میں اللہ کا شریک کیا جاتا ہے، اور ان کے نزدیک اللہ (معاذاللہ) دنیا کے سلاطین میں سے ایک سلطان ہے جس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے کہ اصحاب مرتبت اور اس کے قریبیوں کے ذریعہ اور قوانین کے بدلنے اور حاجات پوری کرنے میں ان کو ترجیح دی جاتی ہے۔

کیا یہ بات بالکل ویسی ہی نہیں جیسی مشرکین عرب کہا کرتے تھے:"

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط — ہم ان کی بندگی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے قریب کردیں گے۔

اور اُن کا قول:۔

هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط — اللہ کے نزدیک یہ ہمارے سفارشی ہیں۔

بلکہ افسوس مسلمانوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اللہ کے ساتھ نباتات وجمادات تک کو شریک بنا ڈالا۔ یہ یمامہ میں شہر منفوحہ کے لوگ وہاں کے ایک درخت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس درخت کو عجیب وغریب قدرت حاصل ہے جو دُلہن بھی وہاں جائے گی اسی سال بیاہ دی جائے گی۔ اور ورعیہ میں یہ غار جہاں لوگ برکت حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں اور تمام اسلامی شہروں میں یہی

صورت حال ہے۔

دیکھو مصر میں "شجرۃ الحنفی"، اور "نعل الکلشنی"، اور "بوابۃ المتولی"، ہے۔ اور ہر مقام پر حجر و شجر (پتھر و درخت) موجود تھے تو بھلا توحید کو ان عقائد سے کس طرح الگ کیا جا سکتا تھا کیونکہ یہ عقائد تو لوگوں کو اللہ واحد سے روکتے ہیں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔ اور نفوس کو برا مناتے ہیں اور انھیں ذلیل و پست کرتے ہیں اور توحید کے فکر و نظر سے ان کو عاری و خالی کرتے ہیں اور ان کی رفعت کو مفقود کرتے ہیں اس طرح ان کے ذہن کو نظریۂ توحید نے اس عقیدہ میں مشغول کر دیا جو ہر شریک سے خالی اور نظریۂ توحید کا مصدر شریعت میں کتاب و سنت کے سوا کچھ نہیں۔

(۴۲) ابن سعید نے اپنی کتاب "سیرت امام الشیخ محمد بن عبدالوہاب" میں فرمایا۔
"سیرت امام شیخ محمد بن عبدالوہاب التیمی نصیحت حاصل کرنے کے لئے تمام سیرتوں سے جامع ہے اور فضائل میں سب سے غنی ہے اور بحث و تحقیق اور تفسیر و تعلیل کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہے، یہ سیرت ہے مصلحین کرام میں سے ایک مصلح کی اور مجاہدین کبار میں سے ایک مجاہد کی اور بہترین علماء میں سے ایک عالم کی۔

لہ شجرۃ الحنفی۔ جامعہ حنفی قاہرہ میں ایک درخت تھا جس سے برکت حاصل کی جاتی تھی۔
نعل الکلشنی۔ کلشنی کی تکیہ میں ایک پرانا جوتا تھا جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس سے پانی پینے سے عشق کے علاج میں بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ بوابۃ المتولی۔ وہ کیلوں سے بھرا ہوا تھا جن پر بال کپڑے وغیرہ لٹکائے جاتے ہیں کہ لٹکانے والوں کو اس سے فائدہ پہونچے گا۔

اللہ نے ان کی بصیرت روشن فرمادی اور انھیں اپنی راہیں دکھلائیں اور تقویٰ سے باخبر کیا۔ انھوں نے دعوت دی۔ اُمّت محمدیہ کو اللہ اور اس کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت پر عمل کی طرف رجوع کرنے کی اور شرک و قبر پرستی ترک کر دینے کی اُمّت اُن کی فرمانبردار ہوئی اُن کی اقتدار کی اُن کی دعوت کو قبول کیا تو اللہ نے اُس کو آپ کی دعوت کے ذریعہ ظلمات سے نور کی طرف نکالا، اس طرح اُمّت کو نجات حاصل ہوئی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور عمدہ نتائج سے بہرہ ور ہوئی اور پسندیدہ لوگوں کے درجہ تک بلند ہوئی۔

مصنف نے اس کے بعد شیخ کی ولادت اور اس ضعف و انحطاط کا حال ذکر کیا جو دولت عثمانیہ کے جسم میں سرایت کر گیا تھا اور جزیرۂ عربیہ کے حالات اور ان جہالتوں اور فقر و بیکاری کی وبا کا ذکر کیا اور اس جہالت و جمود کی فضا میں دینی تبلیغ کا انحطاط و ضعف حکام کا تسلط اور سرکشوں کا ظلم بھی تھا کہ اللہ نے نجد کی جانب سے وہابی دعوت کے انوار روشن فرمائے جس کی مشعل الامام شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اٹھائی جس نے امت کے لئے راہیں روشن کر دیں اور اس کو رُشد و ہدایت سے باخبر کیا اور ہدایت کی راہ نکالی اور اسی طریقے پر چلی اور دعوت نے نجد کے تمام مقاصد کو پورا کیا اور اس کے دائرے میں سب سے پہلے اس کی برکات ظاہر ہوئیں اور ایک صاف ستھری اسلامی سوسائٹی کو وجود بخشا جو توحید پر ایمان رکھتی تھی اور اس کی عظمت شان کی معترف تھی اور اس کی رہنمائی پر چلتی تھی

اللہ کے ساتھ کسی کو بھی پکارتی نہیں تھی۔

اس کا یہ حال شیخ کے زمانے سے ابتک مستقل رہا نہ بدلا نہ تغیر ہوا وہ حق کا اعلان کرتے تھے۔ اس پر ایمان رکھتے تھے اسی سماج سے ایک باعزت عربی حکومت وجود میں آئی اور اسی دعوت کے سائے میں پلی بڑھی اس پر ایمان لائی چنانچہ خلفاء راشدین کے بعد یہ پہلی عظیم عربی حکومت تھی جس کو عربوں نے اپنے جزیرہ میں قائم کیا۔

اس حکومت نے خلفاء راشدین کی اتباع کی انھیں کے نقش قدم پر چلی جس کے نتیجے میں وہ سیادت کی مستحق ہوئی اور خوب مضبوط ہوئی اور بلاد عرب و اسلام میں دعوت اسلامی پھیل گئی اور اس کا نور آس پاس میں سرایت کر گیا اور بڑی تعداد میں لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اس کو اختیار کیا اور اس کے ساتھ عمل درآمد کیا اس کو قبول کیا اس طرح ان تحریکات کی برکت سے جو عرب اور ممالک اسلامیہ میں تمام ہو گئیں۔ اُمت اسلامیہ اور اُمت کبریٰ بن گئی جس نے مردہ ہمتوں کو زندہ کیا اور خوابیدہ نفوس کو بیدار کیا اور شیخ اپنے تجرد اور صفائی اور اس بات کے لئے ضرب المثل بن گئے کہ انھیں اپنی دعوت سے اس کے سوا کوئی غرض نہ تھی کہ اللہ واحد کی رضا حاصل ہو اور اُمت کی اصلاح ہو اور اس کو ان ظلمات جہالت سے نکالا جائے جن میں پوری اُمت غرق تھی۔

اور اپنی دعوت کی ابتدا میں اُن کو بھی وہی اذیتیں، مظالم اور جھگڑوں کا

مقابلہ کرنا پڑا جو تمام داعی اور مصلح اپنی اپنی قوم سے پاتے ہیں لیکن شیخ نہ متردد ہوئے نہ ڈرے بلکہ صبر کیا اور انھیں کسی دھمکی نے خائف نہیں کیا اور نہ ہی کسی وعید نے اُن کا رُخ فوراً موڑا اور نہ ہی ان کے دل میں کسی پُر فریب شئی نے اثر کیا۔ اسطرح دعوت مشرق و مغرب میں پھیل گئی اور اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی اس کے معاندین کا اضافہ ہوا اور اس کا حکم مضبوط ہو گیا جس نے ان کو بوکھلا دیا۔ اور ان کے دشمنوں کو بے چین کر دیا اور وہ اِس پر پل پڑے اور اس سے جنگ کرنے کے لئے گروہ در گروہ آئے۔

اس نے بھی اپنی حفاظت کے لئے تلوار اُٹھالی اور اپنی حفاظت ایک جائز حق ہے جس کو تمام مذاہب نے باقی رکھا ہے اور تمام شریعتوں نے اس کو پیش کیا ہے، یہ حقیقت مخالفین کے پروپیگنڈے کو رد کرتی ہے۔ اور ان کی تمام من گھڑت باتوں کو ہضم کر دیتی ہے اس دعوت میں اسلام نے تلوار پر اعتماد نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسے ان لوگوں پر اُٹھایا جو دعوت کے زمرے میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

بلکہ اس نے صرف اپنا دفاع کیا اور اپنے ان دشمنوں کا مقابلہ کیا جو اس سے لڑنے کے لئے اکٹھا ہوئے تھے اور اس سے مڈبھیڑ کے لئے دوسروں کو آواز دے رہے تھے اور اس کی تیاری کر رہے تھے۔

تمت

کاتب ـــــ عبدالرحیم اعظمی